THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Wednesday, February 10, 2010

(58th Session)

Volume II No. 02

(Nos.01-15)

CONTENTS

		Pages
1	Recitation from the Holy Quran………………	1
2	Questions and Answers…..………..………….	2-34
3	Leave of Absence……..……………………..	35
4	Ordinances Laid……………………………….	36
5	Point of Order: A Baseless Report from Agencies............	37-44
6.	Commendation Resolution for Pakistani Athlete….	45-49
7.	Legislative Business: Further Discussion on Transplantation of Human Organs and Tissues Bill 2009…………………..	50-61
8.	Discussion on Law and Order Situation in the Country……………………………………………..	61-72

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume II No.02   **SP. II(02)/2010** 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday February 10, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at forty nine minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ: الٓمّٓ۔ کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔ اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا (اور ان کو بھی آزمائیں گے) سو اللہ تعالیٰ ان کو ضرور معلوم کرے گا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔ کیا وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے قابو سے نکل جائیں گے۔ جو خیال یہ کرتے ہیں برا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ کا (مقرر کیا ہوا) وقت ضرور آنے والا ہے۔ اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔ اور جو شخص محنت کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے محنت کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تو سارے جہان سے بے پروا ہے۔

سورۃ العنکبوت آیات 1 تا 6

Questions and Answers

جناب چیئرمین: جزاک اللہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ We may now take up questions. طلحہ محمود صاحب any one on his behalf? عبدالحسیب خان صاحب! Question number پڑھ لیں، آپ کا سوال No.11 ہے، پہلے question number پڑھیں۔

11. *Senator Abdul Haseeb Khan: Will the Minister for Industries and Production be pleased to state whether there is any proposal under consideration of the Government to provide incentives for revival of sick industrial units and those units which have been closed down due to the prevailing energy crisis?

Mir Hazar Khan Bijarani: Ministry of Industries and Production has already taken up the matter on priority basis and made a plan for the revival of sick industrial units in the country with the consultation of SMEDA, Provincial Industries Departments and private sector i.e. Chambers of Commerce and Industry etc.

2. Recently Ministry of Industries and Production through Small and Medium Enterprises Development Authority (SMEDA) took an initiative for revival of sick industrial units initially in NWFP and subsequently for replication of the concept in the other three provinces. Data of sick industrial units was collected from across Pakistan through provincial offices of SMEDA, Provincial Industries Departments, various Chambers of Commerce & Industry and Trade Associations. In order to ascertain the causes and possible way forward, SMEDA Officials held meetings with the representatives of Chambers of Commerce & Industry, Trade Associations and Industrial Estate Associations etc.

3. In NWFP ten (10) sick industrial units have been revived with the worth of Rs. 85 Million and generating employment for more then 300 persons. In addition to these five (5) other units are

in pipe line with more then 60% of there issues have been resolved with concerned organizations.

4. The revival of sick industrial units is undertaken as per Government policy explained below:—

The problems faced by Sick Units are duly considered by the concerned Government agencies and necessary incentives provided by adopting one or more of the following measures:—

- (a) Reduction in fix charges of electricity bills.
- (b) Tariff in respect of products and raw materials is appropriately reduced or increased.
- (c) Loans are re-scheduled / re-structured keeping in view the merits of each unit.
- (d) Payment of utility bills and other dues is allowed in installments.
- (e) Easy installments of outstanding dues.

Mr. Chairman: Any supplementary?

Senator Abdul Haseeb Khan: Will the Minister for Industries and Production be pleased to state whether there is any proposal under consideration of the Government to provide incentives for revival of sick industrial units and those units…

جناب چیئرمین: آپ question کریں، آپ کا supplementary question کیا ہے؟

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب! supplementary question یہ ہے کہ ابھی تک Ministry of Industry نے sick industry کے لیے کوئی بھی پیش رفت نہیں کی ہے اور اس کے متعلق کوئی بھی کام نہیں کیا گیا ہے نہ اس سلسلے میں کوئی notification issue کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: جی Minister صاحب سوال کا جواب دیں۔ عبدالحسیب صاحب بیٹھ جائیں۔

جناب آیت اللہ درانی (وزیر مملکت برائے صنعت و پیداوار): صوبہ سرحد، پنجاب، بلوچستان اور سندھ میں SMEDA کے ساتھ جو ہمارے اس وقت industry کے sick units تھے، وہ 1332 ہیں۔ اس کے لیے پچھلی دفعہ SMEDA صوبہ سرحد کے ساتھ ایک meeting ہوئی، ادھر جو as trial basis10 units develop ہونے تھے، پورے ملک میں بھی شروع کئے ہیں لیکن صوبہ سرحد میں ان کا کام شروع ہو چکا ہے۔ یہ جتنے بھی sick units کے متعلق کہہ رہے ہیں، ہم اس وقت Federal Government and Provincial Government کے ساتھ ان کو لے کر چل رہے ہیں، یہ جس علاقے کے لیے کہتے ہیں کہ وہاں پر کام نہیں ہو رہا ہے، وہ particular کسی صوبے کے متعلق ہے تو مجھے بتائیں تو ہم اس کے متعلق بتا دیں گے، اگر وہ پورے ملک کے لیے پوچھنا چاہتے ہیں تو industrial policy کے تحت اس وقت کام ہونے جا رہا ہے جو مستقبل قریب میں آپ کے سامنے آ جائے گا۔

جناب چیئرمین: جی مشہدی صاحب۔

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you Mr. Chairman. The reply has been given by the honourable Minister, it is rather vague and unexpected. However, I would like to ask the honourable Minister that what steps are being taken not only to revive the sick units but the industry as a whole is suffering due to lack of electricity, lack of power, lack of oil and lack of gas and industrial units which were earning huge profits, are closing down.

جناب چیئرمین: برائے مہربانی question کریں۔

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Is that is the Government going to do anything to stop the closure of industries which are running and which are providing employment to the poor people of Pakistan or are we going to have complete

chaos and destruction of all our industry and our trade? Thank you Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Thank you. Yes, Minister sahib.

جناب آیت اللہ درانی: جناب! بجلی کا جو بحران تھا، اس کو clear کرنے کے لیے موجودہ حکومت rental powers میں یا مختلف projects پر مستقل بنیادوں پر کام کر رہی ہے، وہ اسی industry کی بہتری کے لیے کر رہی ہے۔ Gas and rental کے علاوہ ہم آپ کو بتا دیں کہ اس وقت یہاں پر سب سے زیادہ sick units ہیں جن کے لیے problems ہیں، ان کو financial crisis بھی ہے۔ اس کے لیے بھی Government نے اپنا ایک plan بنایا ہے، ہم نے جس کو آپ کے industrial plan میں شامل کر لیا ہے۔ اس کے بعد آپ کے صوبوں کی industries ہیں، وہاں پر Federal Government کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں، یہ ایک subject نہیں ہے، اس میں جہاں پر بجلی کا problem ہے ، وہاں دوسری جگہ gas کا problem ہے، تیسری جگہ ان کی اپنی administration کا problem ہے، اگر آپ اس کو چوتھی جگہ دیکھنا چاہتے ہیں تو جناب چیئرمین! وہ marketing کا problem ہے تو بہت سارے units ان کی marketing کی وجہ سے بھی مسائل کا شکار ہیں۔ اگر آپ پانچویں جگہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ کے industrial units کہاں خراب ہو گئے ہیں یا نقصان پر جا رہے ہیں تو وہ پرانی technology پر ہیں، وہ نئی technology پر نہیں آئے ہیں۔ اس وجہ سے جو صنعتی policy آئے گی، اس میں تمام چیزوں کو address کیا جائے گا تاکہ ہمارے صنعتی units کامیابی کے ساتھ چل پڑیں۔

جناب چیئرمین: جی ہارون صاحب۔

سینیٹر ہارون خان: جناب! ایک comment ہے کہ ہمارا Questions and Answers کا ایک گھنٹے کا time ہوتا ہے، this is extremely important اور میں کافی دنوں سے Ministers کی dismal performance دیکھ رہا ہوں اور ہمارے سب colleagues بھی observe کرتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ we will keep on hearing, policy آرہی ہے، Health Policy آرہی ہے، Industrial Policy آرہی ہے۔ اس Government کو دو سال ہو گئے ہیں، میں نے ابھی تک کوئی industrial policy نہیں دیکھی بلکہ میں Industrial Committee

میں ہوں اور وٹو صاحب نے تین دفعہ کہا کہ تین مہینوں میں میری Industrial Policy آ رہی ہے اور پتا نہیں وہ تین مہینے پورے نہیں ہوئے۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ question کریں، call attention لے آئیں۔

سینیٹر ہارون خان: میں start اس بات سے کرتا ہوں کہ Finance Minister کی Budget speech میں budget کا main stress تھا کیونکہ پچھلے دور میں سارا focus service sector پر کیا ہے اور اس کا trickle down effect نہیں ہوا۔ ہم اس لیے focus manufacturing and agriculture sector پر کریں گے۔ میں Minister صاحب سے یہ سوال پوچھتا ہوں کہ manufacturing sector پر کیا focus کیا ہے کہ بجلی نہیں ہے، جو ہے تو وہ مہنگی بڑی ہے، gas نہیں ہے، وہ مہنگی ہو رہی ہے، دن بدن بڑھ رہی ہے۔ کارخانے بند ہو رہے ہیں، نئے کارخانے نہیں لگ رہے، there is no bankruptcy protection law وہ کیا چیزیں ہیں جس سے آپ manufacturing sector کو focus دے رہے ہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ اس سے unemployment دور ہو جائے گی، there is nothing in the foresight?

جناب چیئرمین: جی درانی صاحب۔

جناب آیت اللہ درانی: دیکھیں جس طرح محترم رکن نے کہا ہے، ہم نے ہر provincial Government کو اور جو provincial Industries Secretaries ہیں اور جو Ministers ہیں اور جو Chambers of Commerce ہیں ان سب کو ایک ساتھ ملا کر ایک کمیٹی بنائی جس کی بنیاد پر وہ اپنی proposals بنا رہے ہیں۔ جب وہ proposals آ جائیں گی اور جو باتیں آپ صنعت کے متعلق کہتے ہیں وہ سب کمیٹی کے حوالے ہو جائیں گی۔ اگر محترم رکن چاہیں تو وہ کسی وقت میرے دفتر میں آ جائیں تو میں ان کو بتا سکتا ہوں کہ اس وقت تک کتنا کام ہو چکا ہے اور انشاء اللہ عنقریب ہم industrial policy دیں گے۔

جناب چیئرمین: جی زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین صاحب! تین نمبر پر لکھا ہے کہ ہمارے صوبے میں دس یونٹ 85 ملین روپے دے کر بحال کیے ہیں اور ان میں تین سو مزدور بھی کام کر رہے

ہیں۔ محترم وزیر صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ دس صنعتی یونٹ کس جگہ واقع ہیں اور انہوں نے کب سے کام شروع کیا ہے اور کیا ابھی یہ working ہیں اور ان سے کیا produce ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین: جی۔

جناب آیت اللہ درانی: یہ سوال پختونخواہ کے متعلق تھا۔ اس میں جن یونٹوں کے متعلق انہوں نے کہا ہے وہ تمام units سب سے زیادہ sick تھے۔ جب افغان مہاجرین وہاں موجود تھے تو زیادہ تر flour mills سرامکس یا cutters لگے ہوئے تھے۔ جب وہاں development رک گئی تو وہ units sick ہوگئے۔ ان sick units میں سے جن کو trial basis پر لیا گیا ہے وہ یونٹس ہیں۔۔۔۔۔۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں نے سوال کیا ہے کہ کس ایریا میں ہیں۔

جناب آیت اللہ درانی: یہ جمرود روڈ پر آپ کی industrial estate میں ہیں۔

جناب چیئرمین: مشہدی صاحب آپ ایک سوال کر چکے ہیں۔ جی حافظ رشید صاحب۔ مشہدی صاحب مہربانی کرکے بیٹھ جائیں۔

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: He says it is provincial matter. Sir, it is not a provincial matter. Electricity, gas, petrol is a Federal matter. How can you pass the buck on the Provinces. The answer has to be given otherwise don't have a question hour. Otherwise you don't misguide the House. We ask a question but when we don't get an answer then we ask supplementary.

جناب چیئرمین: مشہدی صاحب! آپ fresh question دے دیں۔ مہربانی کرکے بیٹھ جائیے۔ جی۔

جناب آیت اللہ درانی: یہ case to case ہوتا ہے، سب کا ایک case نہیں ہوتا۔ اگر کہیں پر گیس کا مسئلہ ہے تو کہیں بجلی کا مسئلہ ہے، کہیں پر management کا مسئلہ ہے اور کہیں finance کا مسئلہ ہے اور کہیں marketing کا مسئلہ ہے۔ آپ کے ذہن میں ایک خیال بیٹھ گیا ہے کہ آپ کی تمام صنعتوں کا بجلی کا مسئلہ ہے۔ ہر جگہ بجلی کا مسئلہ نہیں ہے۔ بعض جگہوں پر جو فلاپ ہوا ہے

وہ آپ کے اپنے directors کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ subject case to case ہے۔ تمام cases ایک ساتھ deal نہیں ہوسکتے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک زاہد صاحب۔ جی حافظ رشید صاحب۔آپ سوال کریں۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہاں پوچھا گیا ہے کہ بیمار صنعتوں کو بحال کرنے کے لیے حکومت کے کیا اقدامات ہیں۔میں مختصراً یہ پوچھنا چاہوں گا کہ فاٹا کے حوالے سے اس میں کوئی چیز نہیں ہے۔میں یہ کہتا ہوں کہ بجلی کو تو چھوڑیں ،فاٹا میں آپریشن کی وجہ سے بہت ساری صنعتیں تباہ ہوئی ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔آپ کا سوال ہو گیا۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: نمبر ایک اس میں فاٹا کے حوالے سے کوئی چیز نہیں ہے۔ نمبر ۲ یہ کہ جو پختونخواہ میں بتایا گیا ہے کہ دس صنعتیں بحال ہوئی ہیں تو یہ کہاں پر ہیں ان کی تفصیل بتا دیں اور یہ بھی بتا دیں کہ صوبہ پختونخواہ میں بیمار صنعتیں کتنی ہیں۔ یہ چار باتیں ہو گئی ہیں ایک فاٹا کے حوالے سے اور باقی صوبہ پختونخواہ کے حوالے سے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی درانی صاحب۔

جناب آیت اللہ درانی: میں محترم رکن کی خدمت میں عرض کروں گا کہ فاٹا میں جب امن ہو گا تو وہاں صنعتیں چلیں گی۔ اب آپ دیکھ رہے ہیں کہ کیا حالت ہے۔ جب فاٹا میں آپریشن مکمل ہو جائے گا تو اس ریجن کے لیے ایک پلان بنایا گیا ہے مالاکنڈ ایجنسی سے لے کر پورے علاقے میں ۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ ہمارے اراکین پارلیمنٹ وہاں سیاسی طور پر حکومت کے ساتھ مل کر استحکام لانے کی کوشش کریں۔ یہ پرانی صنعتوں کی بات کرتے ہیں میں تو کہتا ہوں ہم وہاں نئی صنعتیں لگانے کے لیے بھی تیار ہیں۔آپ ہمیں بتا دیں کہ آپ کو کس علاقے میں development چاہیے ہم وہاں پر نئی industrial estate قائم کریں گے۔جہاں تک سوال ہے کہ صوبہ سرحد کے کن علاقوں میں یہ صنعتیں ہیں تو جمرود روڈ پر جو آپ کی industrial estate ہے وہاں پر ان دس یونٹس کو develop کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: جی مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! میں وزیر صاحب سے پوچھوں گا کہ صوبہ بلوچستان کے بارے میں وہ اپنی فہرست دے سکتے ہیں کہ کن کن اداروں پر کام ہو رہا ہے اور ان کے revival کی کوشش ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ ہرنائی وولن مل کی بحالی کے بارے میں کوئی آپ کی تجویز ہے۔

جناب آیت اللہ درانی: بلوچستان میں دو یونٹوں کو کیا گیا ہے ایک چلتن گھی مل ہے اور ایک فروٹ جوس والوں کا ہے۔ ہم نے اس کمپنی کو کہا تھا کہ ہمارے ساتھ discuss کریں۔ چلتن گھی والے تو چاہتے ہیں کہ ہمارا کام ہو لیکن دوسری کمپنی جس کا sick unit تھا وہ خود کمیٹی کے سامنے پیش نہیں ہوئی۔ بلوچستان کے سیکرٹری انڈسٹری نے اس کو دو بار طلب کیا لیکن وہ نہیں آئے۔ جہاں تک ہرنائی وولن مل کا تعلق ہے تو وہ یونٹ بہت پہلے فروخت ہو چکا ہے۔ اس کی صرف زمین ہے۔ ہم نے اس کی development کے لیے ایک پروجیکٹ submit کیا تھا تاکہ اس کو ہم develop کر سکیں۔ جب آپ بلوچستان کے متعلق بات کرتے ہیں تو Bostan Industrial Estate میں ایک ہزار ایکڑ زمین ہے، اس میں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ آپ کے اپنے حلقے میں جہاں پر بوستان کے لوگ ہیں انہوں نے زمین پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ میں نے اور چیف سیکرٹری بلوچستان نے کئی مرتبہ ان سے کہا ہے کہ وہ اس کو واگزار کریں تاکہ وہاں پر ہم صنعتیں قائم کر سکیں۔ دوسری طرف Hub Industrial Estate ہے وہاں پر ہم گیارہ یونٹوں سے متعلق کام کرنے کے لیے جا رہے ہیں تاکہ وہاں پر power generation complete ہو اور ان کی جو ضرورت ہے وہ پوری ہو سکے۔ ایک تو گوادر انڈسٹریل اسٹیٹ کے متعلق وہاں پر ہم نے ایک ہزار ایکڑ زمین پر کام کرنا ہے لیکن total industrial estate وہاں پر دس ہزار ایکڑ پر ہو گی۔ تربت میں industrial estate کے متعلق ڈاکٹر مالک صاحب آپ تیار ہو جائیں تاکہ میں آپ کے سوال کا پہلے ہی جواب دے دوں۔

جناب چیئرمین: جی Next question خالد محمود سومرو صاحب۔ سوال نمبر پڑھ لیں۔

12. *Senator Dr. Khalid Mehmood Soomro (Minister for Health): Will the Minister for Health be pleased to state the present demand and supply of anti-rabies and anti-snake vaccines in Sindh with district-wise break up?

Makhdoom Shahabuddin (Minister for Health): The anti-rabies vaccine that was available upto December, 2009 was the old sheep brain vaccine that was given as 14 injections in the abdomen. This has now been replaced by the new Cell Culture Rabies Vaccine given as five injections given in the arm. The supply of this new vaccine has started in the last week of January, 2010 and so far over 6,000 doses have been supplied to different government hospitals. The present demand of Anti-rabies vaccine and Anti-snake venom serum is annexed.

Annexure

District wise statement showing the demand and supply of ARV/ASV Sindh Province For the Period 1st January 2009 to 31st December, 2009

S. #.	Name of District	Demand ARV Vials	Issued ARV Vials	Demand ASVS Vials	Issued ASVS Vials
1.	Khair Pur	3150	475	2440	605
2.	Larkana	7610	655	1000	100
3.	Tando Muhammad Khan	2100	220	80	80
4.	Tando Allah Yar	2270	490	350	185
5.	Sukkur	2305	1087	190	100
6.	Ghotki	602	92	15	5
7.	Karachi	80	55	20	20
8.	Kamber	2470	570	900	570
9.	Badin	2798	380	4150	750
10	Thatta	4680	510	4115	655
11	Dadu	6750	983	2600	470
12	Nesharo Feroze	730	130	250	50
13	Sanghar	5260	490	3410	640
14	Mir Pur Khas	7150	495	5840	710
15	Umer Kot	1135	195	16615	2585
16	Shahdad pur	105	70	30	20
17	Kashmor	385	145	20	20
18	Jacobabad	1450	485	225	145
19	Shikar Pur	3000	775	1020	405
20	Nawab Shah	1000	30	1200	145
21	Jamshoro	400	50	200	50
22	Jacobabad	510	295	50	50
	TOTAL	55940	8677	44720	8360

Mr. Chairman: Any supplementary?

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: جی ہاں۔ سندھ میں سانپ اور کتوں کے کاٹنے کی وجہ سے بہت سارے لوگ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتے ہیں اور میں کافی عرصے سے یہاں پر گزارش کر رہا ہوں کہ وہاں پر طلب کے مطابق آپ ویکسین مہیا کریں۔ میں نے پوچھا تھا آپ سندھ کے تمام اضلاع کے حوالے سے ہمیں یہ بتائیں کہ طلب کتنی ہے اور آپ ان کو کتنی ویکسین دے رہے ہیں۔ اب وزیر موصوف نے ہمیں جو تفصیل دی ہے وہ بائیس اضلاع کی ہے۔ سندھ میں districts 23 ہیں ۔ انہوں نے نمبر 16 پر شہداد پور ضلع لکھا ہے جو سندھ میں ضلع ہے ہی نہیں، پتا نہیں یہ کب بنا ہے مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ اس میں حیدرآباد ضلع شامل نہیں ہے اور مٹیاری ضلع شامل نہیں ہے یا تو وہاں پر کوئی طلب ہی نہیں ہے یا کوئی کیس ہی نہیں ہو رہا ۔ اس کی تصحیح ہونی چاہیے ۔ دوسری بات۔ آپ ذرا demand میں اور جو انہوں نے ویکسین مہیا کی ہے اس میں فرق دیکھیں۔ میں صرف ایک دو مثالیں دوں گا۔ خیر پور سے anti-rabies کے حوالے سے demand کی گئی تھی 3150 vials کی اور ان کو دی گئی ہیں صرف 475۔ لاڑکانہ کی ڈیمانڈ تھی 7610 اور ان کو دی گئی ہیں صرف 655 یعنی ہم اگر چھ ہزار مانگ رہے ہیں تو چھ سو بھی نہیں مل رہیں ۔ سات ہزار کی ڈیمانڈ ہو تو پوری نہیں ملتیں۔ یہ عام لوگ دیہاتی ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ سوال پوچھیں۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: غریب آدمی یہ چیزیں نہیں خرید سکتا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ڈیمانڈ کے مطابق جو ان کی طلب ہے آپ کیوں مہیا نہیں کر رہے تا کہ غریب لوگوں کا کوئی بھلا ہو۔ اس حوالے سے کوئی منصوبہ بندی ہے کہ نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: جی مخدوم صاحب۔

مخدوم شہاب الدین: بڑی مہربانی جناب۔ یہ بہت اچھا سوال کیا ہے سومرو صاحب نے۔

Mr. Chairman: He is himself a doctor, you must remember this.

Makhdoom Shahabuddin: I know he is very competent, very capable and fully accomplished physician. I know that sir.

Apart from that, he is also a religious scholar. I have the greatest regards for him, certainly I have very great regards for him.

ڈاکٹر سومرو صاحب نے یہ سوال کیا ہے، اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے demand and supply میں بہت زیادہ فرق ہے۔ یہ جو vaccines بن رہی ہیں یہ locally manufactured ہیں، ہم یہیں بناتے ہیں NIH میں۔ جب سے یہ حکومت آئی ہے ہم اس facility کو بڑھانے کے لیے کوشاں ہیں اور ہم addition کر رہے ہیں اور وہاں بلڈنگ بھی اب تیار ہو گئی ہے، سب کچھ install ہونے والا ہے۔ انشاء اللہ یہ جو demand ہے، اس کو تقریباً 700,000 doses per year پر لے جا رہے ہیں۔ انشاء اللہ پورے ملک کی demand اس سال کے آخر تک complete ہو جائے گی۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر کھٹومل صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر کھٹومل: جناب! بہت شکریہ۔ بڑا افسوس ہو رہا ہے ہمارے منسٹر کے گلے میں چیزیں ڈال دیتے ہیں اور یہ جو ہماری bureaucracy بیٹھی ہوئی ہے اس side پر جو لکھ کر دے دیتی ہے، وہی آ کر یہاں پڑھا جاتا ہے۔ کتنی شرم کی بات ہے کہ سندھ میں حیدرآباد ڈسٹرکٹ کا نام و نشان نہیں ہے۔ مٹیاری کا نام و نشان نہیں ہے۔ تھرپارکر واحد ڈسٹرکٹ ہے جس میں ہزاروں لوگ ہر سال متاثر ہوتے ہیں، تقریباً سو دو سو لوگ تو مر جاتے ہیں۔ میں نے کراچی KMT میں چھ مہینے job کی ہے، وہاں پر anti-rabies کا ایک الگ section بنا ہوا ہے، ہزاروں cases کتے کاٹنے کے آتے ہیں اور یہاں پر کراچی کے لیے لکھا گیا ہے کہ وہاں کی demand 80 vial ہے اور 55 vial ہم دیتے ہیں۔ وہاں پر تو ہزاروں vials daily لگتے ہیں۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! سوال کیجیے۔

سینیٹر ڈاکٹر کھٹومل: جناب! ہمارے منسٹر صاحب، ہمارے بڑے ہیں بزرگ ہیں، ہم ان کا احترام کرتے ہیں لیکن یہ کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے، چار چار districts غائب ہیں۔ میں منسٹر صاحب سے پہلے گزارش کروں گا، عرض کروں گا ہاتھ باندھ کر کہ اس غلطی کا سدِ باب کیسے کریں گے؟ کیا ان کو کوئی سزا نہیں دیں گے کہ چار چار districts غائب ہیں۔ دوسرا ضلع تھرپارکر ہے، کیا ان کو یہ پتا نہیں کہ سب سے زیادہ demand تھرپارکر ضلع کی ہے؟ تھرپارکر ضلع میں snake bite کے بہت

سارے cases ہوتے ہیں۔ اس ڈسٹرکٹ کا نام ہی نہیں ہے۔ جامشورو ڈسٹرکٹ ہے، دادو ڈسٹرکٹ ہے، یہ جو غلط بتاتے ہیں منسٹر صاحب کو ان کے لیے کیا اقدامات کریں گے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! .Please sit down جی منسٹر صاحب۔

مخدوم شہاب الدین: جناب! مجھے بہت ہمدردی ہے ڈاکٹر صاحب سے اور انہوں نے بڑا relevant سوال کیا ہے۔ واقعی ان کا فرمانا جائز ہے کہ میں کیا ان کو سزا دوں گا یا نہیں جن لوگوں نے چار districts کو omit کر دیا ہے۔ جناب! میں معذرت چاہتا ہوں مجھے علم نہیں تھا، مجھے واقعی اس سلسلے میں پوری تصحیح کرانی چاہیے تھی لیکن میرے علم میں نہیں تھا، مجھے انہوں نے کہا کہ جی یہ 23 districts ہیں۔

Mr. Chairman: His simple question is why the omission has been made.

Makhdoom Shahabuddin: Sir, I will go and punish them according to his instructions.

Mr. Chairman: OK. Good.

(Desk thumping)

Mr. Chairman: Haji Adeel Sahib.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب! آپ کی وساطت سے محترم وزیر صاحب سے پوچھوں گا کہ information یہ ہے کہ کراچی میں شاید کاٹنے والے کتے نہیں ہیں کیونکہ ان کی demand صرف 80 vials تھی اور issue آپ نے 55 vials کیں، کیا یہ information صحیح ہے؟ کراچی میں تو بہت سارے کاٹنے والے کتے ہیں، طرح طرح کی نسلوں کے۔۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! آپ کراچی میں نہیں رہتے مگر آپ کے پاس خبر ٹھیک ہے۔ آپ کراچی میں تو نہیں رہتے نا؟

سینیٹر حاجی محمد عدیل: یہ جواب غلط ہے۔

جناب چیئرمین: سوال پوچھ لیجیے۔ سوال کیا ہے آپ کا؟

سینیٹر حاجی محمد عدیل: سوال یہ ہے کہ کیا صرف 80 کاٹنے والے کتے تھے کہ ان کے لیے vials مانگی گئیں؟

جناب چیئرمین: جی حاجی صاحب کا جواب دے دیجیے۔

مخدوم شہاب الدین: جناب! ان کے سوال کا جواب تو میں پھر کبھی عرض کروں گا۔ کتوں پر تو میں نے research کی نہیں اور مجھے معلومات نہیں کہ وہاں کتنے کاٹنے والے کتے ہیں۔ میں حاجی صاحب سے اس سلسلے میں مزید تفصیل چاہوں گا۔

Mr. Chairman: Next question, Khalid Mahmood Soomro sahib.

13. *Senator Dr. Khalid Mehmood Soomro: Will the Minister for Health be pleased to state:

(a) the number of Hepatitis patients in the country with province-wise break up; and

(b) the steps taken by the Government for provision of free of cost medicines to the poor patients?

Makhdoom Shahabuddin: (a) In FY 2007-08; a seroprevallence survey of Hepatitis B & C was conducted through Pakistan Medical Research Council, where in the magnitude of the problem in the country is:—

1. Hepatitis B = 2.5% (4,000.000)

2. Hepatitis C = 4.9% (7,840.000)

3. As per information collected from 152 sentinel sites established across the country, a total 51,822 patients of Hepatitis C & 8,270 patients of Hepatitis B have been registered and provided free of cost treatment so far.

Province−wise break up is as under:—

Sr. No.	Province	Number of Hepatitis C patients	Number of Hepatitis B patients
1	Punjab	23,837	2650
2	Sindh	16,862	3,427
3	NWFP	4,064	771
4	Balochistan	1,747	613
5	FATA	577	161
6	FANA	308	133
7	AJK	588	163
8	Federal Area/ICT	3,839	352
	Total:	51,822	8,270

(b) The following steps have been taken by Government for provision of free of cost medicines to the poor patients of Hepatitis B&C.

The Federal Government has established 152 sentinel sites across the country for provision of free of cost medicines to the poor patients of Hepatitis.

The Federal Government has provided free of cost medicines to 32,998 patients of Hepatitis C and 6,720 patients of Hepatitis B.

The Provincial Government of Punjab has extended free of cost treatment to 8,824 poor patients of Hepatitis C.

The Provincial Government of Sindh has extended free of cost treatment to 10,000 poor patients of Hepatitis C and 2000 patients of Hepatitis B.

The Provincial Government of NWFP and Balochistan have also developed their PC-I for provision of free of cost treatment to poor patients of Hepatitis.

The Honourable Prime Minister of Pakistan, announced strategy to take steps for "Prime Minister's Emergency Action Plan on Hepatitis". The Ministry of Health has prepared a revised PC-I costing Rs. 13.783 billion and the same has been submitted to Planning Commission for consideration. The revised PC-I includes provision of free of cost medicines to 1,02000 poor patients of Hepatitis B&C and free PCR facilities for poor deserving patients.

Mr. Chairman: Any supplementary?

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: یہ بھی اسی طرح ایک انتہائی اہم سوال تھا anti-snake اور anti-rabies کے سوال کی طرح، مخدوم صاحب نے floor پر وعدہ کیا ہے کہ سال کے آخر تک پوری demand مکمل کر دی جائے گی، ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ یہ ہوگا۔ جہاں تک Hepatitis کا تعلق ہے تو یہاں میں نے پوچھا تھا کہ ان مریضوں کی تعداد کتنی ہے، ان کو ادویات فراہم کرنے کے لیے سرکار کیا کر رہی ہے۔ انہوں نے کچھ تفصیلات دی ہیں لیکن جو ہماری معلومات ہیں، میں صرف اپنے صوبے کی بات کروں گا کہ 20 لاکھ سے زیادہ cases ہیں Hepatitis کے صوبہ سندھ میں اور علاج نہ ہونے کے برابر ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ بہت کم ہے، 2,650 مریضوں کی تعداد پنجاب میں ہے جن کو علاج دیا جا رہا ہے، 3,427 مریضوں کو علاج دیا جا رہا ہے صوبہ سندھ میں، یہ بہت کم ہے۔ 20 لاکھ مریض ہوں اور علاج ملے صرف 2,650 کو یا 3,427 کو اور پھر یہ جو ادویات آتی ہیں یہ بھی سفارشی لوگوں کو دوا ملتی ہے، مستحق اور غریب لوگوں کو کچھ نہیں ملتا۔ اس کے تدارک کے لیے اور دوائیوں کی تعداد بڑھانے کے لیے کیا کوئی منصوبہ بندی کی گئی ہے؟

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

مخدوم شہاب الدین: جناب! جہاں تک ڈاکٹر صاحب کو اختلاف ہے اس figure سے، گزارش یہ ہے کہ پورے ملک میں ہمارے sentinels 152 ہیں۔ میں تھوڑا سا procedure عرض کر دیتا ہوں، یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ یہ figure صحیح نہیں ہے تو وہ اس لیے صحیح نہیں ہوگا کہ بے شمار لوگ ہمارے پاس آکر register نہیں ہوتے۔ اب جو ہمارے sentinels کو report کرتے ہیں، اپنی تکلیف، اپنی بیماری بیان کرتے ہیں وہ تو register ہو جاتے ہیں اور وہ study میں بھی آجاتا ہے۔ اگر ایک آدمی ہنگو میں بیٹھا ہے یا وہ کانا کاچھے میں ہے، یا وہ مٹیاری میں ہے اور اس نے report نہیں کیا تو اس کا ہمیں پتا نہیں چلتا۔ پہلی بات تو یہ ہے۔

دوسری بات، جہاں تک اس کے incidence کا تعلق ہے، اس کو کم کرنے کے لیے سب سے زیادہ کام awareness کا ہے، attitude کو change کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے بہت کام کیا ہے۔ اس پر ہم نے زرِ خطیر جیسا کل میں نے عرض کیا تھا، پرائم منسٹر کا special programme ہے، ہم اتنی رقوم لگا رہے ہیں لیکن یہ بھی کم ہیں۔ میں مانتا ہوں۔ میں خود بھی satisfied نہیں ہوں۔ کل بھی میں نے Hepatitis کے سلسلے میں جو معروضات پیش کی تھیں، میں نے یہی کہا تھا کہ I am not satisfied and the Government is still doing more and more. اب یہ جو اس کے پھیلنے کا طریقہ ہے، اس کے مختلف causes ہیں۔ انشاءاللہ ہم یہاں industry لگا رہے ہیں auto unusable injections کی، ایک دفعہ استعمال ہوا پھر نہیں ہوسکتا۔ یہ disposable نہیں ہے، disposable can be used again. تو گزارش یہ ہے کہ مختلف طریقے ہیں، بے شمار طریقے ہیں۔ اب یہ جو quacks ہیں، dental quacks ہیں، اب پتا چلا ہے کہ بعض دفعہ تو گاؤں میں جو ختنہ ہوتا ہے اس سے بھی یہ بیماری لگ سکتی ہے، whenever there is a contact between blood and blood, it occurs. تو ان سب چیزوں کو ہم prevent کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ Awareness بڑھانے کی ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین: جاوید علی شاہ صاحب۔

سینیٹر سید جاوید علی شاہ: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں آپ کی وساطت سے وزیرِ موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں اور یقیناً ان کے علم میں ہوگا کہ جنوبی پنجاب کے کون سے شہر کو ہیپاٹائٹس سی زدہ قرار دیا گیا، کیا یہ اس شہر کا نام جانتے ہیں؟ چونکہ ان کا تعلق بھی جنوبی پنجاب سے

ہے، یہ یقیناً جانتے ہوں گے تو اس شہر میں Hepatitis C کے خاتمے کے لیے انہوں نے اس وقت تک کیا steps اٹھائے ہیں؟

مخدوم شہاب الدین: جناب! میں معذرت چاہتا ہوں، اگر توآپ میرے علم میں اضافہ کر دیں گے تو بڑی مہربانی ہو گی اور اگر آپ نہیں کریں گے تو میں یہی کہوں گا رب زدنی علما، اے میرے رب میرے علم میں اضافہ کر۔

سینیٹر سید جاوید علی شاہ: جناب چیئرمین! میں ان سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیشہ سنتے آئے ہیں کہ چراغ تلے اندھیرا ہوتا ہے اور یقیناً ان کے ساتھ بھی یہی حادثہ پیش ہے۔ شجاع آباد ضلع ملتان کا ایک شہر، اس کی تحصیل ہے جس میں پچھلے تین سالوں کی reports کے مطابق پاکستان میں سب سے زیادہ Hepatitis C کے cases وہاں موجود ہیں مگر اس وقت تک حکومت کی بے حسی یہ ہے کہ کوئی اس قسم کے اقدامات نہیں کیے گئے جس سے Hepatitis C کا خاتمہ ہو سکے۔ کیا یہ وہاں کوئی خصوصی سینٹر قائم کرنا پسند کریں گے؟

مخدوم شہاب الدین: جی بالکل کریں گے۔ ہم شاہ صاحب کے ساتھ تعاون کریں گے۔

جناب چیئرمین: جی لغاری صاحب۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: شکریہ جناب چیئرمین۔ کل میں ہی نا چیز سینیٹر تھا اور میرے محترم چچا شہاب الدین تھے، موضوع بھی زیر بحث یہی تھا۔ آج سوال بھی میں ان کے اسی جواب کی روشنی میں ہی کرنا چاہتا ہوں، کل انہوں نے فرمایا تھا کہ انشاءاللہ ہیپاٹائٹس بی اور سی کی لعنت، اس کی روک تھام کے لیے اور اس کے علاج معالجہ کے لیے غریب لوگوں کی خاطر ان کا ارادہ مصمم ہے کہ یہ زر خطیر صرف کریں گے۔ وزیر صاحب نے آج جو جواب دیا ہے اس کی آخری ایک سطر میں پڑھ دیتا ہوں The revised PC-I includes provision of free of cost medicines to 1,02000 poor patients of Hepatitis B&C and free PCR facilities for poor deserving patients. تو جناب والا! انہوں نے تو کہا تھا کہ زر خطیر لے کر آئیں گے، یہاں پر 1,02000 مریضوں کا علاج ان کی future planning میں ہے، جبکہ total number of patients that has been identified under Hepatitis B&C comes down to 12 million as they have stated in today's paper, yesterday they

were saying it was 14.5 million, they have reduced it by 2.5 million the following day. The same disease Hepatitis B&C which comes to only .40%. How on earth can he say that they are planning to encompass a greater population patients of Hepatitis B&C.

Mr. Chairman: Thank you, yes Minister Sahib.

Makhdoom Shahabuddin: Sir, the unfortunate aspect of all this exercise is that my learned friend is certainly very competent in so many ways and a man of many splendid actions also. The trouble is that he is slightly confused, you see when it comes true, the government's efforts of taking care of this situation like ….

(At this occasion journalists walked out)

جناب چیئرمین: جہانگیر بدر صاحب اور زاہد خان صاحب مہربانی فرما کر پتا کر لیں کہ کیا معاملہ ہے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین۔ میں اس پر supplementary question کرنا چاہتا ہوں، وزیر صاحب موجود ہیں کیونکہ میں نے اس پر بہت کام کیا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کا supplementary question آئے گا۔ جی وزیر صاحب۔

مخدوم شہاب الدین: جناب والا! میرے خیال میں nobody should ever suspect as far as resolve of the government is concerned. جہاں تک ہمارے عزم کا تعلق ہے اس میں کسی کو شکوک و شبہات نہیں ہونے چاہییں۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے کرم فرما کو کیوں شکوک و شبہات ہیں۔ ہماری کارکردگی سے ان کی تسلی ہو جائے گی۔

جناب چیئرمین: جی ثریا صاحبہ۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: بلوچستان کے علاقے نصیر آباد اور جعفر آباد میں Hepatitis C کے مریض بہت زیادہ ہیں۔ ہر دوسرا مرد ہو، عورت ہو یا بچہ ہو وہ اس میں مبتلا ہے۔ ان مریضوں کے لیے یہ کیا کر رہے ہیں کہ جن کے پاس علاج کے لیے پیسے نہیں ہیں، دوائی نہیں لے سکتے، انجکشن نہیں لے سکتے، ان کے لیے یہ کیا کر رہے ہیں؟

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

مخدوم شہاب الدین: جناب والا! اس سلسلے میں ڈاکٹر مالک صاحب نے کل فرمایا تھا اور ہماری policy ہے کہ Hepatitis B&C کے لیے مفت دوائیں ہیں۔ میں نے ڈاکٹر مالک صاحب سے عرض کی تھی کہ آپ مجھے مریض identify کروا دیں میں ان کے علاج کا انتظام کروا دوں گا۔

جناب چیئرمین: لشکری صاحب۔

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: جناب چیئرمین، سوال کا جو جواب آیا ہے اس کا ایک جز میں پڑھتا ہوں The Provincial Government of NWFP and Balochistan have also developed their PC–I for provision of free of cost treatment to poor patients of Hepatitis. وزیر صاحب ہمیں بتائیں کہ اس پر کب عملدرآمد ہو گا؟ کیونکہ جیسے میری معزز بہن نے کہا کہ ہمارے مختلف districts خصوصاً جعفر آباد، نصیر آباد، سبی اور کچھی میں Hepatitis B&C کے مریض 2100 reported کے قریب ہیں۔ یہ وباء کی طرح پھیل رہا ہے۔ مریضوں کو مفت ادویات کی فراہمی کب شروع ہو گی؟

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

مخدوم شہاب الدین: جناب والا! گزارش ہے کہ اس علاقے میں ہیپاٹائٹس کا incidence واقعی زیادہ ہے۔ اس سلسلے میں میں نواب صاحب کے ساتھ بیٹھ جاؤں گا، جہاں جہاں پر یہ مسئلہ ہے اس کے لیے میں ان کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔

جناب چیئرمین: حاجی غلام علی صاحب۔

سینیٹر حاجی غلام علی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ جناب چیئرمین۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حکومت ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لیے اپنی کوششیں کر رہی ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت ہیپاٹائٹس پشاور میں، بنوں اور صوبے کے دیگر علاقوں میں بہت زیادہ پھیل رہا ہے بلکہ اس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور بہت خطرناک حد تک اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ میری درخواست ہے کہ ہر district میں A grade کے ہسپتال یا ان کے لیے کوئی independent unit declare کیا جائے، یہ مریض وہیں پر جائیں، ان کی registration کی

جائے تو میرے خیال میں یہ مریض بیس پچیس لاکھ سے بھی زیادہ ہوں گے۔ دوسری میری یہ تجویز ہے کہ جس طرح حکومت نے مختلف بیماریاں جیسے چیچک، پولیو وغیرہ کو control کرنے کے لیے گھر گھر vaccination کا پروگرام بنایا تھا اسی طرح کا ایک پروگرام Hepatitis کو control کرنے کے لئے بنایا جائے اور اگر ممکن ہو سکے تو شناختی کارڈ میں اس چیز کا اندراج ہو۔ اس کے علاوہ اس کی ادویات بہت مہنگی ہیں اس کے لیے بھی کوئی ایسا طریقہ کار وضع کیا جائے تاکہ یہ ادویات غریب لوگوں کو آسانی سے مل سکیں۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے، انہوں نے suggestions دی ہیں، سوال تو کیا ہی نہیں ہے۔ ڈاکٹر بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین یہ بہت اہم سوال ہے اور آج سوالات بھی بہت کم ہیں آپ اسی سوال پر سب کو بولنے کی اجازت دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب چیئرمین: بلیدی صاحب آپ سوال تو کریں، اصل میں سوالات نہیں آرہے suggestions آرہی ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب شہاب الدین بہت محنتی وزیر ہیں ، ہماری خوش قسمتی ہے کہ وزارت صحت ان کو دی گئی ہے۔ ان کی موجودگی میں، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت مریضوں کی ہسپتالوں میں جو بدحالی ہے اور جو ہیپاٹائٹس کی بات کی جارہی ہے جن لوگوں کے پاس پیسے ہیں، جو لوگ source رکھتے ہیں ان کو تو علاج میسر ہے لیکن وہ نادار مریض جن کا خدا کے علاوہ کوئی سننے والا نہیں ہے۔ اس دنیا میں ان کا جرم صرف یہی ہے کہ وہ غریب ہیں۔ وزیر صاحب ان غریبوں کے لیے ہم سینیٹرز سے میٹنگ کریں، ہم ان کو تجاویز دیں گے۔ وہ خود جا کر ہسپتالوں کا دورہ کریں، وہاں پر دوائیں بھی misuse ہوتی ہیں اور جن لوگوں کی سفارش نہیں ہوتی ان کا علاج بھی نہیں کیا جاتا ہے۔ جو حقدار اور غریب لوگ ہیں ان کے لیے کوئی طریقہ وضع کریں۔ ان کی وزارت میں bureaucrats جو پیسے اپنے دوروں اور دوسری عیاشیوں پر خرچ کرتے ہیں ان کو کاٹ کر ان غریبوں کے لیے خرچ کیے جائیں۔ وہ اپنا پروگرام بنائیں، اس کے لیے وزیراعظم صاحب سے ملیں، ہم ان کی help کریں گے۔

جناب چیئرمین: شکریہ ڈاکٹر صاحب۔ جی مندوخیل صاحب سوال کرلیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین ! میں وزیر صاحب سے پوچھوں گا کہ جو یہ لکھا ہے کہ

"The Honourable Prime Minister of Pakistan announced strategy to take steps for Prime Minister Emergency Action Plan on hepatitis."

اس بارے میں جو رقم رکھی گئی ہے وہ بارہ ملین ہے۔ یہ تو قابل تعریف ہے لیکن یہ Planning Commission میں کس stage پر ہے؟ پلاننگ کمیشن کی consideration اس مسئلے کے بارے میں کس مرحلے پر ہے؟

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

مخدوم شہاب الدین: جناب! میں یہ دریافت کر کے عرض کر دوں گا۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: آج تک کا جو انہوں نے ریکارڈ دیا ہے کہ اکیاون ہزار آٹھ سو بائیس ہیپاٹائٹس کے مریض ہیں اور آٹھ ہزار دو سو ستر ہیپاٹائٹس بی کے مریض ہیں یعنی یہ کل اس پر کام ہوا ہے۔ یہ بہت معمولی بات ہے جناب والا۔ سترہ کروڑ انسانوں میں جبکہ یہ بیماری بہت زیادہ ہے اور یہاں ریکارڈ پر اکیاون ہزار پر کام ہو رہا ہے جو بڑا افسوس ناک ہے جناب۔

مخدوم شہاب الدین: جناب والا! Honourable Senator Sahib اس وقت موجود نہیں تھے جب میں نے عرض کیا تھا۔ Problem یہ ہے کہ ہمارے sentinel میں آ کر جو اپنی بیماری بتا کر جاتا ہے وہ رجسٹر ہوتا ہے۔ یہ study یوں carry out ہوتی ہے۔ ایک آدمی اگر دیہات میں بیٹھا ہے تو اس کا ہمیں علم نہیں ہوتا۔ جہاں تک انہوں نے فرمایا کہ یہ رقم Prime Minister Sahib کے پروگرام میں ہے، کس stage پر ہے؟ یہ سب کل میں پتا کر کے ان کو بتا دوں گا۔

جناب چیئرمین: یہ انہیں بتا دیجئے گا۔ جی زاہد صاحب آپ آ گئے ہیں تو please question کیجئے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: ہم نے پریس والوں سے بات کی تھی۔ آج کہیں مسلم لیگ (ن) کے عباسی صاحب نے پریس کانفرنس کی ہے، اس میں آج کسی رپورٹر کو وہاں پر کسی نے مارا ہے، زدو کوب کیا ہے۔ اس پر ان کا احتجاج تھا کہ جب تک ان کے خلاف ایف آئی آر درج نہ ہو اور اس بارے

میں مسلم لیگ کا کوئی بندہ ہمیں assurance دے تو پھر ہم واک آؤٹ ختم کر کے آ کر بیٹھیں گے۔ میں نے پرویز رشید صاحب سے بات کی ہے۔ اگر وہ کہہ دیں تو یہ پریس والے بیٹھے ہیں پھر اس کے بعد میں question کر لوں گا۔ آپ پرویز رشید کو time دے دیں تو وہ بول لیں اس پر۔

جناب چیئرمین: جی پرویز صاحب۔

سینیٹر پرویز رشید: جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں اپنی طرف سے، اپنی جماعت کی طرف سے ان لوگوں کی شدید ترین مذمت کرتا ہوں جنہوں نے یہ حرکت کی ہے۔ یہاں ہاؤس میں آنے سے پہلے Chief Minister Punjab سے میں نے بات کی تھی تو انہوں نے اسی وقت راولپنڈی کی انتظامیہ کو حکم جاری کیا ہے کہ جو بھی culprits ہیں انہیں گرفتار کیا جائے اور قانون کے مطابق ان پر مقدمہ درج کیا جائے۔ یہ خبر already T.V. پر چلنی شروع ہو گئی ہے۔ ہم اپنے دوستوں کو یقین دلاتے ہیں کہ کوئی بھی ایسا شخص جو اس قسم کی حرکت میں ملوث ہو گا اس کو بالکل معاف نہیں کیا جائے گا۔ نہ ہم اس سے کوئی تعلق رکھیں گے اور نہ قانون اس کو معاف کرے گا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے I hope ہمارے صحافی دوست اس بات سے satisfy ہوں گے۔ .Proper FIR is registered against the culprits جی زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں پہلے تو جناب آپ کا مشکور ہوں کیونکہ یہ question جو ہیپاٹائٹس سی کے بارے میں ہے اور Health Ministry سے متعلق ہے تو میں اس کمیٹی کا ممبر ہوں۔ ہم نے ایک سب کمیٹی بنائی تھی کہ وہ سارے صوبوں کو چیک کرے کہ ہمارے گیارہ کے گیارہ نیشنل پروگرام وہاں پر کچھ کام بھی کر رہے ہیں یا نہیں لیکن جناب! ایک عجیب سی بات ہے کہ یہاں پر اس وقت نہ Health Secretary بیٹھا ہے، نہ Additional Secretary Health بیٹھا ہوا ہے، نہ D.G بیٹھے ہوئے ہیں، ہم وزیر صاحب سے جو سوال کریں گے اس کا کوئی answer کیسے آئے گا۔

میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو اعداد و شمار ہیں، میں شہاب الدین کو challenge کرتا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہیں۔ اس لیے غلط ہیں کہ میں نے اپنے صوبے میں جتنی بھی enquiry کی وہاں پر ان کے ہیپاٹائٹس کے مراکز میں کسی کے پاس گاڑی نہیں ہے، دفتر نہیں ہے، peon نہیں ہے۔ وہ کیسے اعداد و شمار جمع کر کے لائے گا ادھر ہاؤس میں؟ Sir یہ سارے گیارہ کے گیارہ ----

جناب چیئرمین: زاہد صاحب! آپ question کر لیجئے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں question یہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سب غلط ہے۔ کیا Minister Sahib ensure کر سکتے ہیں کہ میں نے دو مہینے پہلے ان کے ان National programmes میں جس میں ان کے دو سیکرٹری بیٹھے ہوتے ہیں، میں نے ان سے کہا تھا کہ ensure کروائیں کہ آپ نے اگر کسی کو گاڑی دینی ہے، ابھی تک نہ گاڑی دی ہے۔ آپ یہ غلط اعدادوشمار پیش کر رہے ہیں۔ مہربانی کرکے یہ نہ کریں۔ کیا آپ کے پاس یہ authority ہے کہ آپ صوبوں میں ان programmes کو implement کریں۔

جناب چیئرمین: ان کے سوال کا جواب دے دیں وزیر صاحب۔

He is challenging the authenticity of the figures.

مخدوم شہاب الدین: گزارش یہ ہے کہ یہ فرما رہے ہیں کہ سب کچھ غلط ہے۔ ایسی بات تو نہیں ہے۔ میں نے شروع میں عرض کیا اور میں بار بار عرض کر رہا ہوں۔ جہاں تک یہ figures ہیں یہ study figures کے مطابق ہیں۔ وہ study کیسے ہوتی ہے۔ وہ sentinel کے ذریعے آتی ہے۔ That is our source. ان کے ذریعے آتی ہے۔ جو رجسٹر ہوتے ہیں ان کا پتا چلتا ہے۔

جہاں تک یہ گاڑی کا فرما رہے ہیں honourable Senator اس کے بارے میں مجھے لکھ کر دے دیں میں انتظام کروا دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی اسحاق ڈار صاحب، last question.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: بہت شکریہ جناب چیئرمین، میں سمجھتا ہوں کہ Minister Sahib نے جیسے فرمایا کہ کچھ نہ کچھ ٹھیک ہوگا۔ دیکھیں ایک چیز ہمیں face کرنی چاہیے کہ ان کا اپنا estimate ہے کہ 11.84 million people are suffering from Hepatitis-B and C in the country. جو registered patients ہیں یا جن کو treat کیا جا رہا ہے That is only 60 thousand. It is 0.5%. It is an alarming figure کل بھی اس پر بات ہوئی تھی آپ کو یاد ہوگا۔

جناب چیئرمین: جی ہاں کل بھی اس بارے میں question تھا۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: کل بھی میں نے گزارش کی تھی کہ ان کے لیے huge رقم درکار ہے اور government steps will not cater with this problem. اور یہ بڑھ رہا ہے کیونکہ یہ pass on ہوتا ہے to the other people also. تو کیا وزیر صاحب ہمیں بتائیں گے کہ 99 and a half percent ان کا اپنا figure ہے، ابھی تو debate ہو رہی ہے، یہ بھی کم ہے، یہ بھی under estimated ہے لیکن جو identify ہو چکے ہیں ان کے لیے ان کا کیا پروگرام ہے؟ There has to be clear road map with funds. کہ ہم نے ان کو کیسے treat کرنا ہے۔

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب

مخدوم شہاب الدین: میں تو ان کا سوال سمجھا نہیں ہوں۔

جناب چیئرمین: یہ کہتے ہیں کہ more allocations have to be made.

Makhdoom Shahabuddin: More allocations, Sir he has been honourable Finance Minister of this country…

Mr. Chairman: This is a suggestion to you actually.

Makhdoom Shahabuddin: Sir, good suggestion and he certainly knows there is resource constraint also. Insha Allah gradually there will be enhancement of the funds.

Mr. Chairman: Next Question, Muhammad Talha Mehmood Sahib. Anyone on his behalf.

ڈاکٹر بلیدی صاحب آپ پوچھیں گے؟ ڈاکٹر بلیدی چلیں، نہیں ہیں۔

We come back to Question No.10, Muhammad Talha Mehmood Sahib.

10. *Senator Muhammad Talha Mahmood: Will the Minister for Industries and Production be pleased to state:

(a) the date on which salaries of the employees of Heavy Mechanical Complex were enhanced last time; and

(b) whether there is any proposal under consideration of the Government to further increase the salaries of those employees, if so, when?

Mir Hazar Khan Bijarani: (a) The salaries of Supervisory Staff and Executives of Heavy Mechanical Complex (HMC) were enhanced on 01-07-2008.

(b) Last time salaries/benefits of workers/ workmen have been increased through bilateral negotiations with Collective Bargaining Agent (CBA) and to this effect a Memorandum of Settlement (MoS) was signed on 12-08-2009. It however took effect from 01-07-2008 for a period of two years, which is valid upto 30-06-2010.

جی حافظ صاحب دس نمبر۔ Question number پڑھ لیجئے۔

سینیٹر انجینیئر ملک رشید احمد خان: چودہ نمبر ہے ناں۔

جناب چیئرمین: نہیں جی دس نمبر، حافظ صاحب دس نمبر ہے۔ شروع میں ہے۔ نہیں پوچھنا چاہتے، ٹھیک ہے بس ختم۔ Leave Application لے لیتے ہیں۔ اچھا جی ہارون صاحب please, please.

سینیٹر ہارون خان: بہت ہی ضروری سوال ہے۔

جناب چیئرمین: ضرور، ضرور۔ Question number پڑھ لیجئے پہلے۔

14. *Senator Muhammad Talha Mahmood: Will the Minister for Food and Agriculture be pleased to state:

(a) the details of increase or decrease in yield of major crops in the country during the last five years with year-wise break-up; and

(b) the steps being taken by the Government to increase the yield of the said crops?

Mr. Nazar Muhammad Gondal (Minister for Food and Agriculture): (a) The details of increase or decrease in yield of

major crops in the country during the last five years from 2004−05 to 2008−09 is given below:—

Crops	Year	Yield	(kg/hectare) Increase/ decrease
Wheat	2004-05	2586	(+) 8.98 %
	2005-06	2519	(-) 2.59 %
	2006-07	2716	(+) 7.82 %
	2007-08	2451	(-) 9.75 %
	2008-09	2657	(+) 8.40 %
Rice	2004-05	1994	(+) 1.22 %
	2005-06	2116	(+) 6.12 %
	2006-07	2107	(-) 0.43 %
	2007-08	2212	(+) 4.98 %
	2008-09	2347	(+) 6.10 %
Cotton	2004-05	760	(+) 32.87 %
	2005-06	714	(-) 6.05 %
	2006-07	711	(-) 42 %
	2007-08	649	(-) 8.72 %
	2008-09	713	(+) 9.86 %
Maize	2004-05	2849	(+) 42.24 %
	2005-06	2984	(+) 4.74 %
	2006-07	3037	(+) 1.78%
	2007-08	3427	(+) 12.84 %
	2008-09	3415	(-) 0.35 %

Yield (tons/hectare)

Sugarcane	2004-05	48.9	(-) 1.61 %
	2005-06	49.2	(+ 0.61 %
	2006-07	53.2	(+) 8.13 %
	2007-08	51.5	(-) 3.10 %
	2008-09	48.6	(-) 5.63 %

(b) Government has taken the following steps to increase the yield of wheat, Cotton and Rice production:

The government realized that the poor interest of farmers in the agriculture sector is due to lack of adequate incentives in agriculture. The Guaranteed Minimum Price (GMP) of wheat for 2009-10 retained at the last year's level of Rs.950/- per 40 kg inspite of declining trend in the world prices of wheat. To ensure fair return to the rice growers, the Government has announced the Intervention Price for procurement of paddy @ Rs. 1250/40 Kg for Super Basmati, Rs. 1000/40 Kg for Basmati-385 & Basmati-2000 and Rs 600/40kg for IRRI-6.

Public and private sector is developing Joint Ventures with multinational companies and International Research Institutes for research and development of Hybrid and Bt cotton, hybrid rice, etc.

Most productive Bt cotton varieties with resistance from insect-pests are being released from the next Kharif season on official basis to increase cotton production. Certified cotton seed availability is being ensured by the government.

Stringent breeding work is in process for release of varieties resistant to cotton leaf Curl Virus (CLCV) – the biggest issue of cotton crop.

World Class Research Institutes are being established for cotton and wheat in the country for Research & Development of these crops using modern techniques.

To increase the cotton fiber quality, a Cotton Ginning Institute is being established in Multan with the objective to produce world class quality fiber from cotton.

Transgenic Cotton Development Project is being initiated.

All efforts are being taken by the government for availability of inputs (agricultural credit, irrigation water, fertilizers, seeds, weedicides, pesticides etc., to ensure high level of crops.

Emphasis is being given on proper plant protection measures using "Biological control methods" against various insect pests and diseases of major crops.

In order to improve various farming practices, Benazir Tractor Scheme and farm machinery, was introduced to provide 10,000 subsidized tractors with the subsidy of Rs. 2, 00, 000 / tractor.

Availability of certified seed of improved varieties of wheat, paddy and cotton has been ensured by the government.

Mr. Chairman: Any supplementary?

Senator Haroon Khan: Yes, Sir.

پانچ سال کے دوران پاکستان میں crops کی main پیداوار کے figures دیئے ہوئے ہیں اور مجھے دیکھ کر شرم آرہی ہے کہ سب سے بڑے crops wheat, cotton and sugarcane ان کی پانچ سال پہلے زیادہ بہتر پیداوار تھی جواب کم ہو گئی ہے۔ کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ ساری ministries اور research centres وغیرہ بنے ہوئے ہیں وہ کیا کر رہے ہیں؟ پانچ سال is half a decade. Half a decade میں ہم yield per acre نہیں بڑھا سکے تو اگلے پانچ سالوں میں کیا ہو گا۔

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب، گوندل صاحب۔

جناب نذر محمد گوندل: سینیٹر صاحب سے میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ wheat میں بھی production بڑھی ہے۔ Rice میں figure بڑھی ہے، cotton میں بڑھی ہے۔ اس کے بعد maize میں minor سی کمی آئی ہے۔ ہاں کمی sugarcane میں آئی ہے۔

جناب چیئرمین: 2004ء سے کم ہو گئی ہے، ہارون صاحب you are right.

جناب نذر محمد گوندل: 2004ء اگر انہوں نے لکھا ہے، وہ ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: 2007ء کے بعد بڑھی ہے مگر 2004ء سے کم ہو گئی ہے۔

جناب نذر محمد گوندل: 08-2007 سے بڑھی ہے، 07-2006 سے بڑھی ہے۔ نہیں، نہیں ٹھیک ہے۔ آپ کی بات بھی درست ہے up and down آتا رہتا ہے۔ یہ بعض اوقات weather کی بنا پر آتا ہے اور بعض اوقات seed کی وجہ سے آجاتا ہے۔ جناب! جو ہمارا period ہے اس میں production بڑھی ہے، کم نہیں ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کی گورنمنٹ کے سالوں میں بڑھی ہے۔

Senator Haroon Khan: This is a wrong attitude.

جناب نذر محمد گوندل: جناب! میں سینیٹر صاحب سے درخواست کروں گا کہ جو attitude میں مسئلہ ہے وہ ہمیں بتائیں، ہم ٹھیک کرنے کو تیار ہیں۔

سینیٹر ہارون خان: جناب! wheat production پانچ سال میں گر گئی ہے، sugarcane کی production گر گئی ہے۔ میرا سوال یہ تھا، میں نے rice اور maize کی بات نہیں کی، جو attitude کی بات کی ہے وہ یہ ہے کہ you are not taking it seriously.

Mr. Nazar Muhammad Gondal: No, I am very much serious better than anyone.

جناب وجہ یہ ہے کہ یہ crop کسی کمرے میں تو نہیں ہوتی۔ بعض اوقات weather favour کر جاتا ہے تو اس کی production بڑھ جاتی ہے، بعض اوقات weather favour نہیں کرتا تو production کم ہو جاتی ہے۔ دنیا میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ میری بڑی مخلصانہ عرض یہ ہے کہ جہاں تک sustainability کا تعلق ہے ہماری crops کی production sustain ہوئی ہے اور اللہ کا شکر ہے پانچ crops ہیں، پانچوں میں improvement آئی ہے اور sincerely جتنی ہم کوشش کر سکتے ہیں وہ کر رہے ہیں لیکن میں یہ عرض ضرور کروں گا کہ crops کا دارومدار weather پر بھی ہوتا ہے، کچھ percentage اس کے حوالے سے بڑھتی ہے اور کم ہوتی رہتی ہے۔

جناب چیئرمین: جی سیمیں صدیقی صاحبہ۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: جناب! سوال کے جواب میں لکھا ہوا ہے کہ

"Government realized that the poor interest of farmers in the agriculture sector is due to lack of adequate incentives in agriculture."

اس کے ساتھ انہوں نے گندم اور paddy کی prices دی ہیں۔ جناب! یہ poor farmers کی بات کر رہے ہیں۔ اس قیمت سے تو بڑے landlords فائدہ اٹھائیں گے۔ میرا ان سے یہ سوال ہے کہ poor farmers کو incentives دینے کے لیے cooperative farming کو introduce کرنے کی ان کے پاس کوئی proposal ہے یا نہیں؟

جناب نذر محمد گوندل: جناب! 90% farmers وہ ہیں جن کو آپ small farmers کہیں گے۔ یہ 12 acres سے کم کے farmers ہیں، اس کے اوپر 50 ایکڑ تک تقریباً 6%farmers ہیں اور اس کے اوپر 100 acres تک کوئی 2% کے قریب farmers ہیں اور اس کے اوپر 2% farmers ہیں۔ جناب! یہ propaganda کرنا کہ آپ بڑے farmers کو protect کر رہے ہیں یا ان کو incentives دے رہے ہیں۔ میرے خیال میں اس ملک کی جتنی holding ہے وہ small farmers کی ہے اور جو بھی incentives ہم دیتے ہیں اس کا فائدہ 90% small farmers کو جاتا ہے۔ جہاں تک انہوں نے cooperative farming کی بات کی ہے تو صوبوں کے پاس already cooperative farming بھی ہے، projects بھی ہیں، cooperative banks بھی ہیں اور وہ اس پر کام کر رہے ہیں، یقیناً وہ اس سے فائدہ بھی اٹھاتے ہوں گے۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: جناب! 98% landlords ایسے ہیں جن کے پاس بڑی بڑی land holdings ہیں، زیادہ منافع ان کو جاتا ہے، غریب کاشتکار بے چارہ ٹریکٹر بھی نہیں خرید سکتا، cooperative farming سے یہ ہوگا کہ اس میں ان کا خرچہ بھی divide ہوگا اور profit بھی divide ہوگا۔ اس طرح small farmers کو incentive ملے گا۔ ان کی حالت زیادہ بہتر ہوگی۔

جناب چیئرمین: آپ کی بات آچکی ہے۔ جی لغاری صاحب۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: جناب چیئرمین صاحب! وزیر صاحب کے جو figures ہیں، میں اس dispute میں الجھنا نہیں چاہتا، البتہ میں ایک رائے دینا چاہتا ہوں اگر وہ اس

کو مان لیں کہ اگر agriculture production کو انہوں نے jump start and a big boost دینا ہے تو ان سے گزارش یہ ہے کہ زرعی ترقیاتی بنک کی مختلف branches کو Ministry of Finance کے ساتھ اور اس میں Prime Minister sahib کی ہمت اور intervention کی بھی ضرورت ہے کہ وہ interest free loans تمام farmers کو دیں، جس طرح میری بہن محترمہ سیمیں صدیقی صاحبہ نے فرمایا کہ بے شک وہ بڑے land holders کو اس سے علیحدہ کر دیں لیکن جو چھوٹے land holders ہیں کم از کم ان کو یہ باور کرائیں کہ interest free loans as far as fertilizer is concerned وہ اگر دے دیں گے تو بہت زیادہ jump start ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

Mr. Nazar Muhammad Gondal: Noted sir.

Mr. Chairman: Good suggestion. Yes, Shah sahib.

سینیٹر سید جاوید علی شاہ: جناب! میری گزارش وزیر موصوف سے یہ ہے کہ پیداوار کو بڑھانے کے لیے آج کے دور میں research major role کا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس میں research کا کتنا دخل ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ اس سال research کی مد میں کتنی رقم پچھلے سال سے زیادہ رکھی گئی ہے اور کیا یہ اپنے research اداروں کی کارکردگی سے مطمئن ہیں؟

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

جناب نذر محمد گوندل: یہ بڑا relevant question ہے but I am sorry کہ مجھے اس وقت figures یاد نہیں ہیں لیکن رقم پہلے سے زیادہ رکھی گئی ہے۔ میں ان کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس وقت چار نئے research centres اس PSDP میں رکھے ہیں ان کا PC-I وغیرہ بن چکا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی بہت جلدی کام کرنا شروع کر دیں گے۔

Senator Syed Javed Ali Shah: Sir, are you satisfied with the performance?

جناب نذر محمد گوندل: جناب! کسی بھی ادارے کے متعلق کہہ دینا کہ میں 100% satisfied ہوں تو پھر اس میں improvement کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ہم انشاء اللہ کوشش کر رہے ہیں اور جو بھی بہتر suggestion ہو گی اس کے مطابق بہتری لانے کی کوشش کریں گے۔

جناب چیئرمین: جی حافظ صاحب۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب! یہاں پیداوار کے متعلق لکھا گیا ہے کہ 2008-9 میں کمی آئی ہے۔ چارسدہ میں گنے کی پیداوار بہت زیادہ ہوتی ہے۔ کاشتکاروں کی شکایت یہ ہے کہ ملوں والے ان کو کم پیسے دیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں گندم ہمیں زیادہ رقم دیتی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ 2008 and 2009 میں کون سی قیامت آ گئی ہے کہ پہلے پیداوار زیادہ ہو رہی تھی اور اب کم ہو گئی ہے؟

جناب چیئرمین: آپ نے اچھا سوال کیا ہے۔ جی وزیر صاحب۔

جناب نذر محمد گوندل: جناب! ان کی observation درست ہے۔ Sugarcane میں بہت ہی کمی آئی ہے۔ اس کی بنیادی دو تین وجوہات ہیں۔ ایک تو farmers کو payment کا جو procedure ہے وہ انتہائی قابل اعتراض ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ cuts لگے ہوئے ہیں due to the attitudes of the mill owners وہ بھی کوئی قابل ستائش بات نہیں تھی۔ میں اپنے بھائی کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سال جو ہم نے sugarcane policy introduce کرائی ہے اس میں payments کی delay کے بارے میں ہم نے ایک decision لیا ہے کہ جو CPR ہیں ان کو negotiable instrument declare کرنے کے لیے صوبوں کو لکھا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ sugarcane کی production normally sugarcane contents پر اس کی ادائیگی نہیں کی جاتی، اس کو بھی ہم نے اپنی پالیسی میں شامل کیا ہے۔ اس پالیسی کی وجہ سے میں یقین دلاتا ہوں کہ اگلے سال پیداوار اس سے بہتر ہو گی۔

جناب چیئرمین: جی last question عغفار قریشی صاحب۔

سینیٹر عبدالغفار قریشی: جناب میرا supplementary question یہ ہے کہ وزیر صاحب نے جو اعداد و شمار کی tables یہاں پر دی ہیں اس میں سب سے زیادہ decrease

sugarcaneمیں ہوئی ہے۔ انہوں نے improvement کے لیے جو اقدامات تجویز کیے ہیں کہ Government has taken the following steps to increase the yield of wheat, cotton and rice production تو اس وقت ہمارا ملک شکر کے سب سے بڑے بحران میں مبتلا ہے، کیا sugarcane کی improvement کے لئے کوئی اقدامات تجویز کئے گئے ہیں؟

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

جناب نذر محمد گوندل: جناب چیئرمین! میں نے جو پہلے جواب عرض کیا ہے اس میں جو بنیادی چیزیں تھیں اس میں ایک تو variety of sugarcane بڑی قابل افسوس اور miserable تھی۔ اس پر ہم ابھی کوشش کر رہے ہیں۔ اب مل مالکان کے ساتھ ہمارے research institutes کی مشاورت سے بہتر quality of sugarcane کو introduce کرایا جائے گا۔ Secondly میں نے عرض کی تھی کہ جب تک farmers کو پیداوار کی proper قیمت نہیں ملے گی تو یقیناً اس کی پیداوار بھی کم ہوجائے گی اور اس سے وہ investment بھی نہیں کریں گے۔ پچھلے دو چار سالوں میں حالات ایسے رہے ہیں کہ sugarcane growers کو نہ تو اس کے پیسے proper ملے ہیں اور cut بھی لگا ہے۔ اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے جبکہ دوسری crops میں لوگوں کو بہتر پیسے ملے ہیں تو اس کی پیداوار کم ہوئی ہے۔ اس دفعہ ایک تو rate ٹھیک مل رہا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ جو میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ وہ نئی پالیسی جب implement ہوگی تو اس میں improvementآجائے گی۔

جناب چیئرمین: ثریا صاحبہ! آخری سوال پوچھ لیں۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: جناب چیئرمین! چھوٹا سا سوال ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گی جو ہماری فصلیں تیار ہوجاتی ہیں تو ان کے لئے گودام کیوں نہیں بنائے جاتے تاکہ وہ محفوظ رہ سکیں۔ پچھلے سال بلوچستان میں چاول کی جو فصلیں تھیں وہ ساری داغدار اور خراب ہو گئی تھیں، کوئی اس کو خریدنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ایسا کیوں ہوا؟

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

جناب نذر محمد گوندل: جناب چیئرمین! گودام کے حوالے سے ان کی observation درست ہے۔ گودام ہماری requirement سے کم ہیں لیکن میں ان کو یہ خوشخبری دینا چاہتا ہوں کہ

اس وقت PASSCO میں final ہو گیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ next 2, 3 months میں نئے گودام بننے شروع ہو جائیں گے۔ ایک دو اور پراجیکٹس ہیں جن کے لئے ہم نے پیسے رکھے ہیں، ان کے آنے کے بعد گوداموں کی shortage پوری ہو جائے گی۔

Mr. Chairman: Thank you. *Question hour is over.

Leave applications لے لیتے ہیں۔

Leave of Absence

جناب چیئر مین: پروفیسر خورشید احمد صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 9 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے، اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: جناب الیاس احمد بلور صاحب نے ناسازی طبعیت کی بنا پر مورخہ 10 تا 12 فروری کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: نوابزادہ محمد اکبر مگسی صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 9 تا 20 فروری کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئر مین: جناب راجہ پرویز اشرف صاحب وزیر برائے پانی و بجلی نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری مصروفیات کے باعث مورخہ 12 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

Item No. 3, Ordinances لے لیتے ہیں۔ بعد میں points of order لے لیں گے۔ Mashhadi sahib, please sit down. May I request you to sit down.

(اس موقع پر اذان مغرب ایوان میں سنائی دی)

---

* *Question Hour being over, the remaining questions and their answers will be placed on the table of the House.*

Ordinances Laid

جناب چیئرمین: جی بخاری صاحب۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari (Leader of the House): Thank you Mr. Chairman, on behalf of Minister for Law and Parliamentary Affairs, I beg to lay before this House the following Ordinances, as required by clause (2) (a) (ii) of Article 89 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan:−

(i) The National vocational and Technical Education Commission (Amendment) Ordinance, 2009 (XXXVI of 2009).

(ii) The National Commission for Human Development (Amendment) Ordinance, 2009 (XXXVII of 2009).

(iii) The Industrial Development Bank of Pakistan (Re−Organization and conversion) Ordinance, 2009 (XXXVIII of 2009).

(iv) The Earthquake Reconstruction and Rehabilitation Authority Ordinance, 2009 (XXXIX of 2009).

(v) The Transplantation of Human Organs and Tissues Ordinance, 2009 (XLI of 2009).

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! Point of order.

جناب چیئرمین: جی، پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! اگر کوئی Ordinance House میں پیش کیا جائے تو اس ایوان کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ اس پر بحث کرے اور وہ اسے reject بھی کر سکتا ہے اور reject کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ Ordinance ختم ہو جاتا ہے۔ ہمارا یہ right

violate ہوتا ہے اگر اس قسم کی delay کی جائے۔ یہ تین مہینے کے بعد lay کئے جا رہے ہیں۔ یہ بڑا serious objection ہے اس کا جواب ہونا چاہیے۔

Mr. Chairman: Ordinances stand laid.

اب 15 منٹ کا وقفہ کرتے ہیں نماز کا اور انشاء اللہ 15 منٹ کے بعد دوبارہ شروع کریں گے۔ شکریہ۔

(اس موقع پر اجلاس کی کارروائی نماز مغرب کے لئے ملتوی کی گئی)

[The House was reassembled after' Maghrib' prayers at 6.25 p.m. with Mr. Chairman (Farooq H. Naek) in the Chair.]

جناب چیئرمین: کیا position ہے وسیم صاحب؟ حافظ صاحب آپ ان کو لے کر آئیے نا۔ Where is the Leader of the House? میرے خیال میں point of order شروع کر لیتے ہیں۔ جی مشہدی صاحب! آپ point of order لے لیں کیونکہ Leader of the House بھی نہیں ہیں۔ جی مشہدی صاحب۔

Point of Order

A Baseless Report from Agencies

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you very much Mr. Chairman. My point of order is a matter of grave concern and it is a matter of national interest. Sir, yesterday on a television programme, for the first time on the floor of this House, I really have to praise a Peoples Party Minister. He showed great dignity and grace and a lot of political acumen and averted a lot of blood shed or chaos, confusion and misunderstanding that could have taken place among coalition partners and also among the various ethnic communities, specially the Baloch and the Urdu speaking that exist in Karachi. My point pertains to a report made by an officer of the intelligence agencies to the honourable Minister of State for Port and Shipping Mr. Nabeel Gabol. Luckily, for the peace in Karachi, Mr. Nabeel Gabol

did not take the intelligence report on its face value and the report was to the effect that 04 people belonging to Mutahida Qaumi Movement were going to murder the minister. Now, luckily, Mr. Gabol has his own contacts. He contacted the party and investigated the matter thoroughly. Mr. Gabol himself went on to the television and told the nation that the report was absolutely baseless, mischievous and incorrect because all the 04 people nominated by the Intelligence Officer were either living in the USA or in England as political refugees since 1992. They did not even have Pakistani passports. They have refugees status.

Now, sir, had Mr. Gabol taken that report on face value and retaliated, it would have caused an irreparable loss to human lives and properties in Karachi because Karachi is a sensitive city. We are doing our best to maintain peace among the different communities that live and flourish in Karachi. Also it might cause a great rift, perhaps an irreparable rift between two coalition partners. Now, I have the honour of belonging to Karachi. I have the honour to represent my beloved province of Sindh. The law and order in Sindh and the protection of the properties, lives and honour of the people of Sindh is very close to my heart. Under any concept of recognized behaviour of democratic traditions or customs, this type of thing cannot be tolerated. The rule of the intelligence agencies must come to an end. They must stop playing their games, they must stop trying to rule the people of Pakistan, they must stop dividing the people of Pakistan, they must stop pitting brother against brother, they must stop playing politics with the people of Pakistan. We have reported this matter to the Ministry of Interior and we demand that strictest possible action should be taken against the responsible intelligence officer. It is not his duty to interfere and try to destroy the political balance and political

harmony that we have sought, all of us, ANP, PPP, MQM, JUI, we are trying our hardest to maintain harmony and peace amongst the various ethnic communities which live and flourish in the city of Karachi. Karachi is for everyone. Karachi is the most important city of Pakistan and unless action is taken, we will not return to this House and I walk out at the disgusting behaviour of this intelligence officer.

(At this stage Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi alongwith other Senators of MQM staged a walk out.)

Mr. Chairman: Thank you. Yes, Haji Adeel sahib.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! میں مشکور ہوں۔ جناب چیئرمین! ہم پختون قوم بڑے بد نصیب ہیں کہ پختونخواہ میں بھی پختون ہمیں مارتے ہیں، فاٹا میں بھی ہمیں پختون مار رہے ہیں۔ پاکستان کے مختلف علاقوں میں بھی پختونوں کو مارا جا رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارے کلچر، ہماری ثقافت کے ساتھ بھی مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ گزشتہ دنوں اسلام آباد میں پختون ثقافت کے حوالے سے، پشتونخواہ کی ثقافت کے حوالے سے ایک میلے کا انعقاد ہوا۔ جناب چیئرمین! اس میلے کے انعقاد میں کسی ثقافت پر مائل پختون نے حصہ نہیں لیا تھا، نہ اس کے ساتھ مشورہ کیا گیا تھا۔ وہاں جو پختونوں کو لباس پہنایا گیا، وہاں جو ان کے خاکے بنائے گئے اور جس زبان میں پشتو زبان کا مذاق اڑایا گیا اور جو لباس کلہ لنگی کا مذاق اڑایا گیا۔ بازار میں کلے بکتے ہیں، پگڑیاں بکتی ہیں وہ پہنائی گئیں اور کہا گیا کہ یہ پختون کلچر ہے۔ جناب چیئرمین! اسلام آباد ہم سب کا شہر ہے۔ یہاں پر پختون بھی رہتے ہیں، پختون کے نمائندے بھی ہیں لیکن اسی اسلام آباد میں حکومت کے خرچ پر، اگر یہ پرائیویٹ سیکٹر میں کوئی فلم بنتی تو ہم گلہ نہ کرتے۔ وفاقی حکومت کے پیسوں سے پختون ثقافت، پختونخواہ کی ثقافت کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ میں افسوس سے کہتا ہوں کہ یہاں پر کلچر کا کوئی وزیر نہیں ہے، ورنہ ہم ان سے پوچھتے کہ آپ ہمارا مذاق کیوں اڑاتے ہیں۔ ایک طرف تو آپ ہمیں گولیوں سے مارتے ہیں۔ ہر طرف سے ہم پر گولیاں چل رہی ہیں۔ کوئی جگہ ہمارے لیے پناہ گاہ نہیں ہے۔ دوسری طرف آپ ہمارے کلچر، ہماری تہذیب، ہمارے درخشاں ماضی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ہماری زبان کا مذاق اڑاتے ہیں، ہمارے لباس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں چاہوں گا کہ اور کوئی نہیں تو ہمارے ساتھی قائد ایوان بیٹھے ہوئے ہیں وہ ہمیں تسلی دیں۔ وہ اسلام آباد کی نمائندگی کرتے ہیں۔ آخر اسلام آباد میں ہماری ثقافت کا مذاق کیوں اڑایا گیا اور وہ بھی سرکاری خزانے کے پیسوں پر کیا گیا۔

(اس مرحلے پر سینیٹر کرنل ریٹائرڈ طاہر حسین مشہدی واک آؤٹ ختم کر کے واپس آئے)

جناب چیئرمین: جی شکریہ۔ نیلوفر بختیار صاحبہ۔

سینیٹر نیلوفر بختیار: جناب چیئرمین! اس وقت میں ایک اہم اور سنگین قسم کے مسئلے پر بات کرنا چاہتی ہوں۔ اس وقت آپ دیکھیے کہ ملک میں جہاں اور بہت مسائل درپیش ہیں، وہاں پر عورتوں پر تشدد کے واقعات بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔۔۔۔

جناب چیئرمین: اسحاق ڈار صاحب آپ تو سینیئر پارلیمنٹیرین ہیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: ہم ان کو مشورہ دے رہے تھے کہ بجائے واک آؤٹ کرنے کے resign کر دیں۔

سینیٹر وسیم سجاد: بجائے واک آؤٹ کرنے کے زیادہ مناسب ہے کہ حکومت چھوڑ دیں، resign کر دیں۔ اگر ان کو حکومت پر اتنا اعتراض ہے تو حکومت چھوڑ دیں، میں تو ان کو یہ مشورہ دے رہا تھا۔

سینیٹر نیلوفر بختیار: جناب والا! آپ نے مجھے floor دیا ہے میرا مسئلہ بھی بڑا اہم ہے۔

جناب چیئرمین: جی پلیز، پلیز میڈم

سینیٹر نیلوفر بختیار: چونکہ میں کلچر اور ٹورزم کی سٹینڈنگ کمیٹی کی چیئرپرسن ہوں۔ میں سینیٹر صاحب سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں اس معاملے کو کمیٹی کے ایجنڈے پر لاؤں گی اور اس کا جواب دوں گی۔

جناب چیئرمین! اگر آپ اس وقت عورت فاؤنڈیشن کی رپورٹ پڑھیں تو 09-2008 میں تیرہ فیصد تشدد کے واقعات خواتین پر بڑھ گئے ہیں اس کے باوجود کہ ہمارے پاس کوئی درست data موجود نہیں ہے۔ جناب والا! وہ لوگ کل اس ایوان میں کھڑے ہو کر کہتے تھے کہ ہمیں اس نئے قانون کی ضرورت نہیں ہے جو خواتین پر sexual harassment کے against ہے۔ اس قانون کی ہمیں

ضرورت نہیں ہے۔ آج ان سے یہ کہیے کہ وہ کیوں ہمارے ساتھ اس جلوس میں شامل ہوئے جو ہم نے اس Daewoo کی ہوسٹس بچی کے لیے آج ڈیڑھ بجے نکالا تھا اور تمام parliamentarians کو اس میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی۔ جناب وہ بچی میٹرک کی سٹوڈنٹ تھی وہ یتیم بچی تھی، اپنے گھر کی اکیلی کفیل تھی، اس کو گن پوائنٹ پر دو غنڈوں نے بس سے اتارا، Daewoo کا ڈرائیور، Daewoo کا گارڈ ہاتھ میں بندوق لیے تماشا دیکھتا رہا۔ اس بچی کے ساتھ rape کیا گیا، پولیس والے جب گاڑی میں نکلے تو پولیس والوں کی گاڑی خراب ہو گئی۔ اس بچی نے جرأت کی، اس نے صبح اٹھ کر اپنی ایف آئی آر درج کرائی اور جائے وقوع کے اوپر پولیس کو لے کر گئی، اگر آج اس بچی کے لیے ہم پارلیمنٹرین اٹھ کر آواز نہیں اٹھائیں گے تو شاید آئندہ پاکستان کی کوئی بچی یہ جرأت نہیں کرے گی کہ وہ اپنی بد قسمتی کی آواز پولیس کے سامنے لے جاسکے۔

جناب والا! ہم صرف یہ نہیں چاہتے ہیں کہ اس کیس کا *suo moto* notice لیا جائے۔ ہم چیف جسٹس صاحب کے شکر گزار ہیں لیکن باقی law enforcing agencies کہاں ہیں۔ ان ملزموں کو کٹھہرے میں کھڑا کر کے سخت سے سخت، عبرتناک سزا سنائی جائے۔ جناب والا! وہ ہماری بھی بچی ہے۔ آئندہ وہ بچیاں جو ٹرینوں میں سفر کرتی ہیں، جو بسوں میں سفر کرتی ہیں، جو روزگار کے لیے گھروں سے نکلتی ہیں، ان کی عزت کا محافظ کون ہوگا۔ جناب والا! ایک بچی شازیہ تھی جو domestic servant تھی۔ وہ Christian community سے تعلق رکھتی تھی۔ آج تک اس کے قاتلوں کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔ یہ کون سو رہا ہے، اس ایوان میں کون سو رہا ہے۔ کراچی کی بستی میں بسنے والی، غریب بچی ارم جس کو غلط ٹیکہ لگایا گیا۔ اس کی ایف آئی آر کس مشکل سے کٹی ہے۔ آج تک وہ جھوٹا ہسپتال بند کیوں نہیں ہوا۔ اس ہسپتال کو تالہ کیوں نہیں لگایا گیا؟ جناب والا! عورتوں پر تشدد کی ایک داستان ہے، وہ بچانوے بچیاں جو لوئر دیر کے ایک سکول میں دھماکے کا شکار ہوئیں، وہ جو ہسپتالوں میں پڑی ہیں۔ جس میں کسی کا پیر نہیں ہے، کسی کا بازو نہیں ہے، ان بچانوے بچیوں کا کون پرسان حال ہے۔ میری حکومت سے درخواست ہے کہ یہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی پارٹی ہے۔ جناب والا! پچھلے دنوں پولیس اسٹیشنوں میں ایک کرائم سیل بنایا گیا تھا وہ کسی بھی حکومت کا کارنامہ ہو، ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ اس پولیس کرائم سیل کو آپریشنل کیا جائے۔ اس کا کوئی چیف بنایا جائے، جس طرح شعیب سڈل صاحب ہمارے دور میں بنائے گئے تھے۔ اس سیل کو Ministry of Women Development کے ساتھ connect کیا جائے۔ Minister of Women Development کی

کوئی وزیر لگائی جائے۔ خواتین کا ایجنڈا بہت بھاری ہو گیا ہے اس کو ownership کی ضرورت ہے۔ Human Rights کا کوئی سربراہ لگایا جائے۔ اس ادارے پر کوئی آواز اٹھانے والا ہو، اس وقت human rights کی violation چونکہ خواتین کے rights سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ خواتین اس ملک کی سب سے زیادہ مظلوم ہیں۔ ان کی آواز کو اٹھانے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے۔ حکومت اس پر اقدامات کرے۔ میری یہ گزارش ہے کہ ڈائیوو کی جو ہوسٹس کا کیس ہے وہ داخلہ سٹینڈنگ کمیٹی کے حوالے کیا جائے تاکہ اس کی مزید investigation ہو سکے۔

جناب چیئرمین: جی مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! ہم ان چیزوں کو appreciate کرتے ہیں لیکن بزنس کمیٹی میں فیصلہ ہوا تھا کہ Law and Order پر بات کریں گے اور ان بلوں پر بات کریں گے۔ ابھی درمیان میں points of order آگئے اور ہمارا تمام وقت-----

جناب چیئرمین: اس لیے آگئے کہ جب ہاؤس شروع ہوا تو آپ موجود ہی نہیں تھے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: نہیں جناب ہم تو یہاں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

جناب چیئرمین: سب سے پہلے میں یہاں پر آیا ہوں۔ جی فخرالزمان صاحبہ۔ تھوڑا سا لے لیتے ہیں۔

سینیٹر فوزیہ فخرالزمان خان: جناب والا! میں نیلوفر صاحبہ کی تائید کرتی ہوں۔ ساری دنیا کے مذاہب سے زیادہ اسلام نے عورت کو احترام دیا ہے۔ کاش کہ ہمارے وطن عزیز میں بھی ایسا ہوتا۔ آپ باقی اسلامی ممالک میں جا کر دیکھیں، انڈونیشیا، ملائیشیا، دبئی ہے، عرب ہے، آدھی رات کو اکیلی خواتین حرمین شریفین سے واپس آرہی ہوتی ہیں اور وہاں کبھی کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا ہے ،اس کی وجہ کیا ہے کیونکہ ان کے قوانین سخت ہیں، ان کی سزائیں سخت ہیں، وہ اسلام کے مطابق عمل کرتے ہیں ،وہی قوانین ہمارے پاس ہیں، وہی سزائیں ہمارے پاس ہیں اور چونکہ عمل نہیں ہے اس لیے عورت بری طرح سے ذلیل ہو رہی ہے، ہماری ماؤں کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں۔ خدا کے لیے کچھ کیجئے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ، زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! میں نے شہاب الدین صاحب سے سوال پر جو سپلیمنٹری کیا تھا، میرا point of order اسی سلسلے میں ہے کیونکہ میں اس کمیٹی میں ہوں اور ہم نے اس کمیٹی میں کام کیا ہے تو میں نے honourable Minister صاحب کو جو challenge کیا تھا ، وہ تو بہت شریف آدمی ہیں اور ابھی آئے ہیں ان کو اتنا علم نہیں ہے لیکن ان کا department سب سے بڑا کرپٹ ہے، اس کی میں مثال دیتا ہوں کہ گیارہ ڈسٹرکٹ پروگرامز ہیں اور گیارہ کے گیارہ پروگرامز کو جب میں نے چیک کیا کہ ہمارے صوبے میں کیا کام کر رہے ہیں تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ hepatitis C ہو، انفلوائنزا ہو، ٹی بی ہو یا ملیریا ہو، میرے صوبے میں اس کی base ہی نہیں ہے، وہاں پر کوئی نمائندے نہیں ہیں اور اگر کوئی ہیں تو ان کے پاس کوئی facility نہیں ہے، تو اس میں جو data جمع ہوا ہے یہ غلط ہے اور میں نے meeting میں بھی ان کو کہا تھا کہ آپ نے اس کو کیسے collect کیا تھا کہ جب آپ کے بندوں کے پاس گاڑیاں نہیں ہیں تو وہ دور دراز ڈسٹرکٹ میں کیسے جائے گا - میں آپ کو مثال دیتا ہوں کہ لوئر دیر میں میرے اپنے گاؤں کے تقریباً پانچ لوگ hepatitis C میں مبتلا ہیں، وہ کہتے ہیں اس میں nil لکھا ہے - میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں جو بھی پروگرامز بنے ہیں ----

جناب چیئرمین: ذرا مختصر کر لیجئے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: صوبوں کو divert کر دیں کیونکہ یہ صرف اور صرف کمیشن کے لیے ہیں ، یہاں پر ایک PC–I ختم ہو گیا، دوسرے PC–I کے اربوں روپے ختم ہو جائیں گے لیکن عوام کو ایک پیسے کا بھی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

Mr. Chairman: Raza Sahib, last point of order then we will come to legislation.

رضا ربانی صاحب کا آخری point of order لے لیتے ہیں۔ Legislation بہت important ہے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین شکریہ۔ جو باتیں ابھی سینیٹر بختیار نے کیں، یقیناً ان میں بہت حقائق ہیں اور آج کل جو خواتین کی صورتحال ہے وہ یقیناً تشویشناک ہے لیکن اس تمام شورش کہانی میں جہاں پر خواتین کے murder, rape and sexual harassment کی بات

چل رہی ہے، وہاں پر پچھلے دو یا تین دن پہلے ایک خوش آئند بات بھی سامنے آئی اور وہ بات مس نسیم حمید کی ہے جو کہ ڈھاکہ میں Asian Games میں ایشیاء کی fastest خاتون قرار پائیں۔

(Thumping of desks)

مجھے اس بات کا افسوس بھی ہوا کہ یوں تو ہماری sub committees میں اور ویسے بھی floor of the House پر اگر کرکٹ کی ٹیم جیتے یا ہارے تو اس کا تذکرہ اور اس کے issues کو take up کیا جاتا ہے۔ شاید اس لیے کہ وہ ruling elite کی game ہے لیکن کل جب ٹی وی پر ایک رپورٹ اسی بچی کے بارے میں چلی تو I was deeply moved, Mr. Chairman. اس سے یہ بات سامنے آئی کہ وہ ایک مزدور کی بیٹی ہے۔ اس کا گھر ایک چھوٹے سے کمرے اور 40 گز پر مشتمل ہے اور اس کمرے میں اتنی بھی جگہ نہیں ہے کہ اس کو جو athletics کی وجہ سے medals ملے ہیں ان کو display کر سکے۔ اس نے ایک پوٹلی بنا کر چھت میں ایک جگہ پر اپنے medals چھپائے ہوئے تھے۔ اس کی چھوٹی بہن بھی سندھ کو اور غالباً پاکستان کو بھی فٹ بال میں represent کرتی رہی ہے۔ میں Leader of the Opposition, Leader of the House, MQM, Prof. Khurshid sahib, Ishaq Dar sahib, Dr. Abdul Malik and Afrasyab Khatak shaib کا مشکور ہوں اور میں نے آج صبح ان سے بات کی کہ کم از کم سینیٹ کی طرف سے ایک مشترکہ قرارداد اس بچی کی appreciation میں move کی جائے اور اس کے ذریعے حکومت سے چند مطالبات پیش کیے جائیں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو یہ جو مشترکہ قرارداد اس پورے ہاؤس کی ہے، میں اسے move کر سکوں۔

جناب چیئرمین: جی بالکل move کریں۔ Rules کو suspend کرنا پڑے گا۔

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I am moving that, I beg to move that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the requirement of Rules 22, 23, 26, 27 and 120 of the said Rules be dispensed with in order to move the following Resolution. Now I put the motion before the House.

Mr. Chairman: Yes, It has been moved that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the

Senate, 1988, the requirement of Rules 22, 23, 26, 27 and 120 of the said Rules is dispensed with in order to move the following Resolution.

میرے پاس resolution نہیں ہے آپ پڑھ دیجیے۔

Commendation Resolution for Pakistani Athlete.

Senator Mian Raza Rabbani: The Senate of Pakistan commends the outstanding performance of a Pakistani athlete namely Miss Naseem Hameed, in the 11th South Asian Games held at Dhaka. Miss Naseem Hameed, won a gold medal in the women's 100 meter race and became the fastest women of South Asia, this in itself is a tremendous achievement. But what requires praise, support and appreciation is the fact that she hails from a family which is living below the poverty line.

Attaining such heights, in a field of sport which requires training and good health, in her particular circumstances wherein her entire family resides in one room in Karachi is highly commendable. This also reflects the fact that the working classes of Pakistan, when determined, can scale insurmountable heights.

In the prevailing circumstances this poor daughter of Pakistan has done the nation proud.

The Senate calls upon the Federal Government to take the following steps amongst other steps immediately:

1. Provide a job to her in any autonomous, semi-autonomous body or corporation like PIA etc.
2. Her training programme should be taken up by the Federal Government as she has shown potential for further such wins, if properly trained.
3. A civil award may be bestowed upon her.

Thank you sir.

Mr. Chairman: I put the resolution to the House.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The Resolution stands adopted. Haji Ghulam Ali sahib.

سینیٹر حاجی غلام علی: جناب چیئرمین! انہیں پلاٹ بھی دیا جائے۔

جناب چیئرمین: تو پھر یہ resolution میں add کرنا پڑے گا۔ پلاٹ کے بارے میں add کرلیجیے گا۔ جی وسیم سجاد صاحب۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب والا! چونکہ یہ resolution move ہوئی ہے تو مناسب ہو گا کہ میں بھی اپنا اظہار خیال کروں۔

جناب چیئرمین: وسیم سجاد صاحب! ضرور، ضرور۔

سینیٹر وسیم سجاد: رضا ربانی صاحب نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ وہ اس قسم کی قرارداد اس ایوان میں لانا چاہ رہے ہیں اور میں نے اس میں اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا کیونکہ میں سمجھ رہا ہوں کہ یہ پاکستان کی ایک بچی ہے اور پاکستان کی کھلاڑی ہے، جس نے Asian Games میں ایک نمایاں کامیابی حاصل کی، اس کی حوصلہ افزائی کرنا اور نہ صرف اس بچی کی حوصلہ افزائی کرنا بلکہ اس کے ذریعے پاکستان کے تمام نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے کیونکہ ہمیں اس گھناؤنی اور خطرناک فضا میں ایک امید کی کرن نظر آئی ہے۔ اس سے یہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ پاکستان کے نوجوانوں کو اگر کچھ encouragement دی جائے، کچھ حوصلہ افزائی کی جائے اور صحیح طریقے سے ان کی سمت کا تعین کیا جائے تو یہ بہت سی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں خصوصاً ایسے وقت میں جب ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم کھیلوں میں بہت پیچھے جا رہے ہیں جبکہ ہر کھیل میں ہماری نمایاں حیثیت ہوا کرتی تھی۔ کرکٹ میں، ہاکی میں، سکواش میں، آج کل وہ حیثیت نظر نہیں آرہی۔ اس پس منظر میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک لڑکی نے یہ کامیابی حاصل کی تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کریں اور حکومت سے مطالبہ بھی کریں کہ اس کو مناسب مراعات دی جائیں۔

میں یہ عرض کرنا چاہ رہا تھا کہ اتھلیٹکس میں پاکستان میں جب بھی کوشش کی گئی تو پاکستان کے اتھلیٹس کو بہت نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ پچاس کی دہائی میں ایک بریگیڈئر راڈم ہوا کرتے تھے۔

وہ فوج کے افسر تھے۔ انہوں نے کوشش کی اور بہت کم عرصے میں بہت سے ایسے اتھلیٹس پیدا کر دیئے، جنہوں نے کم از کم ایشیائی لیول پر کامیابی حاصل کی۔ سر دست میرے ذہن میں عبد الخالق کا نام آرہا ہے، جس نے 10.4 seconds میں hundred meters کی دوڑ جیتی تھی اور اس وقت تک وہ ایشیئن ریکارڈ تھا اور اس وقت world record غالباً دس پوائنٹ ایک تھا۔ اب تو نو سے نیچے گر گیا ہے۔ اس وقت world record تقریباً دس کے قریب تھا اور اس نے 10.4 seconds میں hundred meters کی ریس جیتی تھی اور ایشیئن ٹائٹل حاصل کیا تھا۔ اس طرح اسی دور میں غالباً غلام رازق نام تھا، انہوں نے ایک سو دس میٹرز hurdle میں ایک نمایاں کامیابی حاصل کی اور ایشیئن گیمز میں ایک ٹائٹل حاصل کیا۔ اسی طرح جناب! محمد اقبال نے hammer throw میں ایک ریکارڈ قائم کیا۔ وہ نام بھی ہمیں آج تک یاد ہے اور long distance running میں مبارک شاہ کا ایک نام سامنے آتا ہے۔ اسی دور میں پاکستان نے یہ پانچ چھ ایتھلیٹس پیدا کیے اور انہوں نے ایشیائی لیول پر اپنی حیثیت اور اپنے نام کو منوایا۔ اس کے بعد اس طرف توجہ نہیں دی گئی۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑے عرصے کے بعد ایک خاتون سامنے آئی ہیں، جنہوں نے یہ کامیابی حاصل کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوشش کرنی چاہیے کہ کھیلوں کے شعبے میں حکومت توجہ دے کیونکہ اس سے قومی یکجہتی کو فروغ ملتا ہے۔ اس سے ہمیں قومی ہیروز ملتے ہیں، جس سے پاکستان میں common سوچ سامنے آتی ہے اور اس طرح پاکستان کے نوجوانوں کو تفریح کا ایک ذریعہ مل جاتا ہے۔ انہیں ایک نئی سمت بھی ملتی ہے تو nation building کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے اور nation کے لیے اس قسم کی activities بہت ضروری ہوتی ہیں۔

اس میں حکومت کو کیا کرنا چاہیے؟ حکومت کا یہ کام نہیں ہے کہ وہاں پر کہے کہ یہ player ہونا چاہیے، اس کو یہاں پر کھلاؤ، اس کو کپتان بناؤ۔ یہ کام سلیکشن کمیٹیز کا ہوتا ہے۔ ان کو چاہیے کہ وہ مراعات دیں، وہ facilities دیں، grounds دیں۔ یہاں پر grounds کی کمی ہے۔ سکولوں کے ساتھ grounds نہیں ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ ہر گاؤں میں، ہر کالج کے ساتھ، ہر سکول کے ساتھ زمین فراہم کرے تاکہ ان کو grounds ملیں، جہاں پر sports activities ہو سکیں۔ ان کو چاہیے کہ فنڈز فراہم کریں۔ اس خاتون، اس لڑکی کے لیے اگر proper coaching کی facility ہو تو آج اس نے جو ٹائٹل جیتا ہے، اس سے بہت بہتر وہ جیت سکتی ہے اور اگر اس کی proper coaching ہو تو شاید یہ world ranking میں بھی آجائے کیونکہ اس وقت اس نے جو کامیابی حاصل کی ہے، وہ اس نے اپنے

بل بوتے پر حاصل کی ہے۔ اسے کسی قسم کی facility حاصل نہیں ہے۔ اس کو حکومت کی طرف سے کوئی مراعات حاصل نہیں ہیں۔ اپنی حیثیت میں اس نے یہ کامیابی حاصل کی ہے۔ اگر اس کو proper coaching مل جائے اور یہ تجویز کیا جائے کہ اس کو روزگار مل جائے تاکہ اس کی فیملی کو ذہنی سکون حاصل ہو تو یہ بہت آگے جا سکتی ہے۔ یہ چیزیں ہیں حکومت کے کرنے کی۔ نہ یہ کہ سلیکشن کمیٹی میں یہ ہونا چاہیے، یہ کپتان ہونا چاہیے۔ یہ حکومتوں کا کام نہیں ہوتا۔ حکومت کو اپنا کام کرنا چاہیے۔

میں سمجھتا ہوں کہ رضا صاحب نے بڑی اچھی قرارداد پیش کی ہے۔ اسے منظور کیا جائے اور حکومت سے میں یہ گزارش کروں گا کہ اسے proper coaching facilities فراہم کی جائیں اور سپورٹس کے ہمارے دیگر شعبوں میں proper encouragement دی جائے۔ اس سے پاکستان کا soft image ابھرے گا کیونکہ اس وقت بیرون ملک پاکستان کا چہرہ مسخ کیا جا رہا ہے۔ ہمیں صرف terrorism کی بنیاد پر پہچانا جا رہا ہے۔ یہ مواقع ہیں، یہ چیزیں ہیں، جس سے پاکستان کا soft image ابھر سکتا ہے۔ ہمارے کھلاڑی ہمارے سفیر ہیں۔ جہاں بھی جاتے ہیں، ان سے پاکستان کا نام روشن ہوتا ہے۔ پاکستان کا بہتر image سامنے آتا ہے اور اسے فروغ دینے کی بہت ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین: سینیٹر محمد اسحاق ڈار صاحب۔ مختصراً ارشاد فرمائیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: بہت شکریہ جناب چیئرمین، جیسا کہ رضا ربانی صاحب نے کہا میں PML (N) کی طرف سے اسے support کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وسیم سجاد صاحب اور میاں رضا ربانی صاحب نے جو suggestions دی ہیں ان پر آپ resolution pass کر رہے ہیں it is clear, transparent میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو ایک meant for one individual. policy بنانی چاہیے کہ جو پاکستان کے لیے prize win کر کے واپس آئیں گے تو ان کے لیے دوبارہ اس ایوان کو یا کسی اور ایوان کو resolution pass کرنے کی ضرورت نہ ہو they should know and it will be an incentive for everybody جیسا کہ انہوں نے کہا کہ جو procedural کام ہے وہ حکومت کا کام نہیں ہے۔ Government should set a criteria کہ جو پاکستان کے لیے اس قسم کا prize win کر کے آئے گا اس کو پتا ہوگا اور پھر وہ زیادہ محنت کریں گے، وہاں وہ زیادہ کوشش کریں گے تو there should be a laid criterion. ہماری اس

resolution پر discussion ہوئی تھی we fully support. اس کے ساتھ جو مندوخیل صاحب نے بات کی کہ House Committee میں جو فیصلہ ہوا تھا، اگر آپ کی اجازت ہو تو I should move that motion.

جناب چیئرمین: پہلے اس کو مکمل کر لیں۔ Swati Sahib, Minister for Science and Technology. Please be brief and precise because there is a lot of work.

Mr. Mohammad Azam Khan Swati (Minister for Science and Technology): Thank you very much Mr. Chairman, I think, I will take the opportunity and I will submit to the honourable Mian Raza Rabbani Sahib that let us not put too much strain on PIA because that is a scar on the face of my country, that is a scar on Federation, that is a scar on Federal Government. I will offer her a job and I will also provide personal monetary help to her because she is basically, representing the respect of Pakistan and Pakistan is very dear to me. Thank you very much.

Mr. Chairman: Now, I put the motion.

(The Motion was carried.)

Mr. Chairman: The Resolution is adopted unanimously. Bukhari Sahib.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, I will make a submission that حاجی محمد عدیل صاحب نے point of order پر ایک issue raise کیا تھا۔ and that was about the cultural things میں نے ان سے کہا ہے کہ I will ask the Secretary, Culture to have a meeting with him. اور ان کے ساتھ وہ meeting کر لیں۔

Mr. Chairman: OK. Now, we may take up item No.4.

سینیٹر وسیم سجاد: جناب والا! میں اس پر مختصر بات کرنا چاہوں گا۔

جناب چیئرمین: آپ بات کرلیں۔

Legislative Business

Further Discussion on Transplantation of Human Organs and Tissues Bill 2009.

Senator Wasim Sajjad: Mr. Chairman, yesterday this Bill was presented before the House and I was amongst those Senators who had requested that this may be taken up today, not because that there was any intention to oppose the Bill but because being mindful of the fact that this is a very important piece of legislation; myself and the honourable Senators felt that they should have time to study it and make their contribution and present their views before this House.

Now, there is no doubt that this is a very important piece of legislation. We had transplants of various kinds taking place in Pakistan for several years and the complaints have been that some of these are commercially oriented. The people buy and sell kidneys and in fact, there is a tourism trade going on in Pakistan where people come from abroad, bring kidneys and the transplant takes place. In fact there are various kinds of transplants, kidney is perhaps, the most common and very high incidents of kidney disease in Pakistan, so therefore, within Pakistan also there is need and demand for kidney transplants. These are life saving techniques but they have got a bad name because No.1, they were commercially oriented and No.2, these operations and these transplants were being conducted in places which were perhaps, not capable enough to carry out these delicate procedures with the result that there were also complaints of high fatalities in these operations. It is to meet this requirement that this law has been

presented and while I am speaking on this, I would like to pay tribute and appreciate the services of Dr. Adeeb Rizvi.

(Thumping of desks)

Senator Wasim Sajjad: His institute in Karachi which has been doing commendable work over the last several years. I think he has made an input into this law and the law has been made after taking into account a number of factors. But still, there is always a need of improvement. I would have insisted on certain amendments but again conscious of the fact that any amendment will further delay the legislation, I will be making the suggestion through you and through the House that this law may be reviewed after one year of its functioning so that if there are any short comings which we come across on the basis of advice of experts, the people in this field then those short comings can be removed through appropriate amendments in the Bill.

Straightaway sir, I would feel that some of there provisions which may create problems, there is a large demand for kidney transplant in Pakistan. The incidence of disease is fairly high and we are a nation of 160 million going on to 170 million people. The demand for this is all over the country. There may not be enough centers which can cater for this and the composition of the Evaluation Committee whose reference has been made in section 5 of the Act. Now this kind of Evaluation Committee according to the law, as soon as after the commencement of this Act, the Federal Government may, by notification in the official Gazette, appoint as many Evaluation Committees as may be necessary. There is of course the enabling provision by which the government can appoint many Evaluation Committees but if you look at the composition, you will find that it must consist of a surgical specialist, a medical

specialist, a transplant specialist, a nephrologist, neurophysician and an intensivist where available. Such people of high caliber are not available all over the country. So you will have only at the first instance, just a handful of committees may be in Karachi and Lahore and therefore the work of the Evaluation Committee will be hard, a lot of work because as I said we are a nation of 160 million people, you may have a case in Okara, Mianwali, Abbottabad, Mansehra and if you read this section IV which says "the cases of unclaimed brain dead hospitalized patients" 'unclaimed' and these are important because sometimes the person is "unclaimed" and his kidney or other organs can be used to transplant. "The cases of unclaimed brain dead hospitalized patients can be presented to an Evaluation Committee for transplantation after intense search for their relatives within 24 hours."

Now if there are handful of committees may it not be possible to do this within 24 hours and kidney transplant, sir, I am not an expert, I believe it is not something that you just take a kidney and put it somewhere. It is not something that you take it out of the shelf and transplant in somebody else. Tissue matching has to take place then the kidney has to be transplanted within a certain time frame. It is not that you can keep it endlessly. Similarly transplant is not just a kidney, you have a retina transplant, liver transplant. So we need perhaps to look at this as to how it will function in actual practice. As to what difficulties we face when we are trying to administer this law and in the presence of this law, I feel that the number of available organs may not be very much and the demand is very high. So we have to look at it how do we meet this need. What do we do because these are life saving procedures. A person who has damaged his kidneys lives, life of a miserable person and a person who needs, let us say transplant of

a retina is a person who can get eyesight. Similarly liver transplant, people can die because of this and a transplant gives them a new leaf of life. So these are very important life saving procedures and we should ensure that while we must be ethical and we must avoid commercialism and while we must ensure that the transplant are done by competent and expert hand with the best facilities. We all recognize it but at the same time there should be some mechanism by which the highest number of organs are available for the very high population of Pakistan.

Then there is a monitoring authority under section (a) which comprises of the Minister of Health and other people and if let us say that I have the opportunity to make an amendment, I would have introduced an amendment at this stage saying that the monitoring authority should review this law and after one year, present a report to the Parliament as to what further changes are needed in this law in the light of experience, but I am not going to do this for the reason that this will delay the passage of this Bill and further create difficulties in the administration of this kind of mechanism which is being postulated in this Bill. So, I would recommend to the government that although this is not recommendation which is candidly, nevertheless, they should take it into account and perhaps the Minister for Health, I am glad that he is here and I am grateful to him that he allowed this opportunity to speak today because yesterday there seemed to be a hurry to pass this Bill yesterday but I appreciate the democratic spirit yesterday. I do so again today but I would say that the government should be even it is not a statutory requirement, but they should make a statement that we will keep working on this. This is a new law and in the context of a new law, we will have a fresh experience. It is first time that Pakistan is enacting such a law and in the light of

our own experience, the government should evaluate the performance of this law and after one year, present a report to the Parliament as to what difficulties they faced and what further changes they need so that it will become a more better legislation.

I would also suggest that persons who transplant, donate their organs, living persons they may donate it to a close relative or they may donate it by virtue of the permission of the Evaluation Committee. Some of the donors may suffer medical problems. Some of these donors who donate kidneys, for example, they may have medical problems and it is not unusual to have a medical problem. They may have affection infection, they may have other problems. Sometimes these problems can be fatal. Perhaps some sort of insurance mechanism that may be devised by the Government of Pakistan so that those people, who sacrifice their organs for their dear ones and in the service to humanity, they have some safeguard that they do not go into a process where their organs are donated and then when they come into medical difficulties, they have nobody to fall back upon. So there should be some insurance schemes by which these people can be benefited. Such schemes should be looked at by the monitoring committee and they should devise an insurance system. How they can do it? It is a matter of detail, I think this can be suggested by honourable members who can look into it. Perhaps they may not be able to do it today but as I said if this matter can come up again before the House in an year's time on the basis of the recommendation or report of the monitoring authority of the Health Ministry, then we should look into this aspect. What do we do if let us say a person who has donated an organ suffers some disease, has a problem and he is a poor man who has done it for the love of his family, brother, father, mother or because of such considerations, he is now facing medical

problems, what do we do? We let him to die? Do we leave him in a lurch, we do ignore him or as a responsible country, as a responsible community, we provide some benefit inbuilt into the law so that he does not have to beg, borrow or look donors. Sir, I am grateful to you for giving me this opportunity to speak on this and in view of my honourable responsible speakers, I would say, I fully support this legislation and we will give it our full support.

Mr. Chairman: Thank you. غوری صاحب، آپ کچھ فرمانا چاہیں گے؟

سینیٹر بابر خان غوری: جناب! پہلے تو میں منسٹر صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ قوم بڑے طویل عرصے سے اس قانون کا انتظار کر رہی ہے اور اس میں parliamentarians نے بھی بڑا کام کیا ہے۔ خصوصی طور پر پروفیسر ادیب رضوی صاحب اور ان کی ٹیم کا بہت کام ہے۔ انہوں نے اس مسئلے پر جہاں گردوں کا بازار لگایا گیا، اخباروں میں مختلف باتیں شائع ہوئیں۔

Mr. Chairman: Professor Sahib is doing a very good job in Karachi.

سینیٹر بابر خان غوری: بالکل ہم ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر بابر خان غوری: چونکہ میں وہاں رہا ہوں اور میں نے visit بھی کیا ہے، یہ جو ادارہ چلا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان جیسے بہت سے لوگ پیدا کرے اور پاکستان کے ہر علاقے میں ایسے ادارے بنیں۔ وسیم سجاد صاحب نے بہت اچھی بات کی ہے، میں appreciate کرتا ہوں کہ ہم اس قانون سازی کو آج نہ روکیں، اس کو جانے دیں۔ اگر کوئی amendments آتی ہیں اور ظاہر ہے اس میں مشکلات آئیں گی۔ انہوں نے صحیح کہا کہ ایسے بہت سے issues ہیں جو سامنے آئیں گے، خامیاں سامنے آئیں گی، ان کو ہم ایک سال بعد review کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں Health Ministry report دے، خود ڈاکٹر رضوی صاحب اور ان کی team بعد میں Parliamentarians اور اس House کو feed-back دیں تاکہ ہم اس میں کوئی improvement لا سکتے ہیں تو لا سکیں۔ میں مبارک باد دیتا ہوں اور وسیم سجاد صاحب نے جو suggestions دیں، میں ان کو بھی endorse کرتا ہوں کہ

ان کی اچھی تجاویز ہیں لیکن ہم اس کو آج pass کر دیں تاکہ ہماری یہ قانون سازی کافی عرصے سے رکی ہوئی ہے، وہ آج مکمل ہو جائے۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی تفہیم صاحب۔

سینیٹر عبدالرزاق اے تھہیم: رضوی صاحب کی حسرت تھی کہ اس Bill کو pass کیا جائے اور اس دھندے کو روکا جائے، یہ ایک محسن انسانیت ہیں۔ میں بھی ان کا patient رہا ہوں، میرا پوتا بھی ان کا patient رہا ہے، میرا پوتا وہاں جاتا تھا اور کہتا تھا کہ رضوی کو بلائیں، یہ بھاگتے ہوئے ادھر جاتے تھے اور انہوں نے اس بچے کی 5 سال والی transplantation کروائی اور باہر سے team منگوائی، یہ محسن انسانیت ہے۔ وسیم سجاد صاحب نے جو کہا ہے، وہ صحیح ہے کہ ہر چیز کی amendments کی time to time ضرورت ہوتی ہے اور یہ suggestion اچھی ہے but in spite of that Leader of the House said graciously کہ آج Bill کو get through ہونے دیں۔ میں خود ان کا patient رہا ہوں، میرے بچے بھی ان کے patient رہے ہیں، میں اس محسن انسانیت کو سلام پیش کرتا ہوں اور House کو عرض کرتا ہوں کہ کوئی amendments ہوں تو مہربانی کرکے ان کو پیش نہ کریں اور اس Bill کو pass ہونے دیں۔ .Thank you

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ ,Let us move further سواتی صاحب ٹھیک ہے، وہ ہو گیا ہے، سب نے کر دیا ہے، جی، میں وہی بات کر رہا ہوں۔ جی پروفیسر ابراہیم صاحب! آپ کی 2 amendments ہیں، کیا آپ ان کو consider کرنے کے لیے Rule 88 کا motion move کرنا چاہتے ہیں؟

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: جناب! میں motion move نہیں کر رہا، میں آپ کی اجازت سے چند گزارشات چند منٹوں میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، ضرور کریں۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: میری پہلی گزارش یہ ہے کہ آج جو ordinances lay down ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ ordinances کی بات نہ کریں، آپ اس Bill کی بات کریں۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: اس سے متعلق ہے۔

جناب چیئرمین: اس Bill کے بارے میں بات کریں۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: اس Bill کے متعلق عرض کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب ٹھیک ہے، سن لیتے ہیں۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم: اس میں serial No.5 پر یہ idea ہی ordinance ہے، serial No.5 یہ ہے کہ the transplantation of human organs and tissues ordinance, 2009. یہ 4 January کو transmit ہوا ہے، اس سے پہلے قومی اسمبلی نے pass کیا ہے اور 26 November کو یہ ordinance promulgate ہوا ہے اور یہ آج ہمارے سامنے پیش ہوا ہے۔ میری آپ کی وساطت سے حکومت کی خدمت میں مودبانہ درخواست ہے کہ اس طرح کا کام نہ ہو کہ اس ordinance کے lay down کا کیا فائدہ ہے۔ انشاء اللہ العزیز یہ آج act کی صورت میں pass ہو جائے گا، ordinance کا وہ کوئی نہیں تھا۔

میری دوسری گزارش یہ ہے کہ میں نے کل اسلامی نقطہ نظر سے تھوڑا بہت مطالعہ کرنے کی کوشش کی اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ علماء میں سے کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں ہیں، ضرورت انسانی تکریم کے تحت ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ انسانی جان کا مالک اللہ ہے، انسان خود نہیں ہے، علماء کرام اس بنیاد پر اعضا کی پیوندکاری کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ البتہ ضرورت کے تحت اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ چند کڑی شرائط کے تحت یہ کام ہو اور شرائط کا اس Bill میں ذکر ہوا ہے اور جس طرح وسیم سجاد صاحب نے بات کی ہے کہ اس میں مزید بہتری بھی پیدا کی جا سکتی ہے۔ میری آخری گزارش یہی ہو گی کہ اس House پر یہ جو pressure ہوتا ہے کہ اگر آپ اس میں amendment کریں گے، اس پر بحث کریں گے، اس میں delay ہو گا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس طرح ہمارے اختیارات اور حقوق سلب ہوتے ہیں، اس لیے آپ آئین میں ترمیم کرنا چاہیں یا جو کچھ بھی کرنا چاہیں، میں نے کل بھی یہ گزارش کی کہ حکومت Bills یہاں سے originate کرے اور یہاں پر بھی اس پر بحث ہو گی اور بہتر صورت قومی اسمبلی کے پاس جائے گی۔ اس لیے میں ان گزارشات کے ساتھ عرض کرتا ہوں، میں اپنی تحریک پیش نہیں کر رہا اور میں اتفاق کی خاطر یہ کرتا ہوں۔

(اس موقع پر desks بجائے گئے)

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں؟

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: جناب چیئرمین صاحب! میں House کا شکر گزار ہوں اور پروفیسر ابراہیم صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی amendments withdraw کر لیں اور ایک اچھی sense prevail کی ہے تاکہ یہ قانون سازی ہو سکے۔ جناب! میں بہت شکر گزار ہوں۔

(اس موقع پر desks بجائے گئے)

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب! کا بہت بہت شکریہ۔ بخاری صاحب! آپ کوئی جواب دیں گے، he has been very kind not to press his amendments.

Senator Syed Nayyar Hussain Bokhari: I have already said this, I am grateful to Wasim Sjjad sahib and Professor sahib.

جناب چیئرمین: وزیر صاحب! آپ کوئی جواب دینا چاہیں گے۔

Makhdoom Shahabuddin: Sir, I have to express my gratitude, my thanks to the Leader of the Opposition and all those Members who actually agreed to have this Bill passed. Sir, I just want to make little mention over here, not that I want to protect what is said by the honourable Leader of the House perhaps, it's his mind that such centres where transplantation is going to take place, they are mushrooming all over the place. I don't think a thing like that has to happen, there is a procedure for that and we will be very careful. There is a monitoring team also headed by me not that everybody can indulge into this, we will stop that; we will not let that happen. It will be at certain places and there will be proper teams who are going to supervise and who are going to conduct all this. Sir, this was desired by somebody who is considering to be an authority in Pakistan, Professor Rizvi sahib. We are very lucky that he is over here and I am really very

grateful to him. It was passed in the National Assembly unanimously, all the *Ulemas* also agreed and this is requirement for that and I am also grateful to all Mualana sahib over there for having withdrawn whatever amendments, they gave in.

جناب چیئرمین: Federal Shariat Court کا کوئی فیصلہ بھی ہے۔

Makhdoom Shahabuddin: Sir, they have also agreed to this. Thank you.

Mr. Chairman: Yes, O.K. Now, it has been moved that the Bill to provide for removal, storage and transplantation of human organs and tissues for therapeutic purposes [The Transplantation of Human Organs and Tissues bill, 2009] as passed by the National Assembly, be taken into consideration.

(The Motion was carried.)

(Thumping of Desks)

Mr. Chairman: There is no amendment in any of the Clause, therefore, I put all the Clauses together as one question before the House, the question is that Clauses 2 to 18 do form part of the Bill.

(The Motion was carried.)

Mr. Chairman: The Clauses 2 to 18 stand part of the Bill. We may now take up Clause 1 Preamble and Title of the Bill. The question is that Clause 1, Preamble and Title do stand part of the Bill.

(The Motion was carried.)

Mr. Chairman: Please, move item No.5 Minister sahib.

Makhdoom Shahabuddin: Sir, I beg to move that the Bill…

جناب چیئرمین: وزیر صاحب! problem یہ ہے کہ nobody reads the rules

Makhdoom Shahabuddin: Sir, I beg to move that the Bill to provide for removal, storage and transplantation of human organs and tissues for therapeutic purposes [The Transplantation of Human Organs and Tissues Bill, 2009] be passed.

Mr. Chairman: It has been moved that the Bill to provide for removal, storage and transplantation of human organs and tissues for therapeutic purposes [The Transplantation of Human Organs and Tissues bill, 2009] be passed.

(The Motion was carried.)

(Thumping of desks)

Mr. Chairman: The Bill stands passed unanimously.

میرا خیال ہے کہ item No.6 and 7 کو defer کردیتے ہیں اور اسحاق ڈار صاحب! for suspension Motion move کریں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب! جیسے کل House Committee کا فیصلہ ہوا تھا۔

Mr. Chairman: Madam, you are violating the rule by shaking hand, please Sher Alam sahib, don't go to shake hand. Please,

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: سب لوگ rules کا احترام کریں۔

جناب چیئرمین: Rules کا احترام کریں۔

Senator Muhammd Ishaq Dar: On behalf of the entire House I beg to move that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988 the requirement of Rules 22, 23, 26, 27 and 120 of the said Rules be dispensed with in order to move a motion in relation to Law and order sir.

Mr. Chairman: It has been moved that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate

1988, the requirement of Rules 22,23,26,27 and 120 of the said Rules be dispensed with in order to move the following motion.

"The House may discuss the prevailing law and order and security situation in the country, including the incidents of violence that took place at Karachi and other places."

(The Motion was carried.)

جناب چیئرمین: کون debate open کرے گا۔ بزنجو صاحب آپ شروع کریں۔

Senator Muhammad Ishaq Dar: Sir, I only requested for the dispensation of Rules and you preempted my actual motion, sir, anyway you are doing half of my job, I request

آخر میں "places" کے بعد 3 words add کردیں۔ "in the country".

جناب چیئرمین: In the country کیا ہے۔اچھا and other places کے بعد میں نے country کہا ہے۔

Senator Muhammad Ishaq Dar: I had a little editing, so you have a pre edited copy. Sir, read it out for the record. The House may discuss the prevailing…

Mr. Chairman: Let me read it. Let me read it what I have read.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: میں read کروں گا تو آپ لیں گے۔

جناب چیئرمین: جی پڑھ لیں۔

Discussion on Law and Order Situation in the Country.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! آج آپ supper fast ہیں۔ میں پڑھ دیتا ہوں۔

"The House may discuss the prevailing law and order and security situation in the country including the incidents of violence that took place in Karachi and other places in the country."

جناب چیئرمین: یہ repetition ہو جائے گی country twice آجائے گا۔اس لیے میں نے یہ نہیں کیا۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: شکریہ۔ ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: جی بزنجو صاحب بسم اللہ کریں۔ ذرا فہرست بھی مجھے دے دیں may I inform, Parliamentary Leaders 15 minutes and rest of the honourable Senators 10 minutes. جی بزنجو صاحب۔ May I request the members to have the names given to the Secretary جی بزنجو صاحب۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب چیئرمین! پہلے تو میں آپ کو اور اس House کو اس Bill کے pass ہونے پر مبارکباد دیتا ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس discussion کو open کرنے کے لیے مجھے موقع دیا۔جناب چیئرمین! House in order نہ ہو تو بولنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ مہربانی کرکے House کو in order کرائیں۔آپ نے سارے لوگوں کو اپنے پاس بلایا ہوا ہے تو میں کس طرح بولوں گا۔میں پھر دومنٹ کے بعد بات شروع کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: یہ اپنے نام لکھوا رہے ہیں ۔ٹھیک ہے اس کے بعد آپ شروع کریں۔ویسے آج آپ نے بڑی اچھی ریت ڈالی ہے صبر کی۔ جی۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب چیئرمین صاحب! Law and Order قانون ، میں سمجھتا ہوں کہ آج دنیا میں اگر کوئی قوم مہذب قوم کہلائی جاتی ہے ، اگر کسی سوسائٹی کو اس دنیا میں مہذب سوسائٹی کہا جاتا ہے تو اس میں سب سے اہم چیز اگر کوئی ہے تو وہ اس ملک کا law and order ہوتا ہے، اس ملک کا قانون ہوتا ہے۔اگر آج ہم ترقی یافتہ دنیا کی طرف دیکھتے ہیں تو وہاں سب سے بڑی چیز یہ دیکھی جاتی ہے کہ اس ملک میں قانون پر کتنا عمل ہو رہا ہے۔ اس ملک میں قانون کی پاسداری کتنی ہے۔ اگر آج دنیا میں investment کی بات آتی ہے ، development کی بات آتی ہے تو اس میں سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہاں پر امن و امان کی صورتحال کیا ہے۔آج ہر وہ جگہ ، ہر وہ ملک ، ہر وہ شہر ترقی کی طرف گامزن ہے جہاں پر law and order maintained ہے، جہاں قانون کا احترام کیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! آج آپ کہیں دور نہ جائیں، دبئی آپ کے سامنے ہے۔ آج دبئی پوری دنیا کی investment کی جنت بن چکا تھا، اس کی وجہ صرف اور صرف وہاں قانون کی پاسداری تھی۔ آج دنیا کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ممالک second division countries ان میں آپ جائیں تو سالہا سال سے کسی ایک قتل کا ثبوت تک نہیں ملتا مگر جہاں ہم اپنے ملک کے law and order کو discuss کر رہے ہیں، اگر آج ہم اس ملک میں law and order کو discuss کرتے ہیں تو ہمیں کہیں بھی، کسی جگہ بھی law and order نظر نہیں آتا۔ آج ہمارا ملک مکمل انارکی کی طرف جا چکا ہے۔ آج ہمارے Interior Minister کی یہ statement بھی آتی ہے کہ شہریوں کو اپنے آپ کو defend کرنے کے لیے بندوقیں دی جائیں۔

جناب چیئرمین! جس ملک میں State یہ کہہ دے کہ ہر شہری اپنے دفاع کے لیے خود بندوق اٹھائے تو مجھے آپ بتائیں اس ملک کا کیا حال ہوگا۔ آج پورے پاکستان میں I am sorry to say بڑا شور مچ رہا ہے Black Water کا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ Black Waters نے پوری دنیا میں جو کچھ کیا ہے وہ تاریخ میں رقم ہے مگر ہم نے جو اپنے اندر Black Waters پیدا کیے ہیں۔ آج آپ کسی کو بھی مارنا چاہیں تو آپ کسی کو دس لاکھ، پانچ لاکھ روپے دے دیں تو آپ ملک میں کسی کی بھی جان لے سکتے ہیں۔ کیا ہم لوگوں نے کبھی اس کے متعلق بھی سوچا ہے۔ پورے فاٹا میں سینکڑوں لوگ مارے گئے وہاں پر چیچن، ازبک، بنگالی، پنجابی، بلوچ، سندھی پتا نہیں کون کون آئے اور انہوں نے تباہی پھیلائی مگر ہم نے اپنی آنکھیں بند رکھیں۔ ہمیں آج بھی معلوم نہیں ہے کہ ہمارے ملک میں کتنے غیر ملکی دہشت گرد ہیں؟ اور یہ دہشت گردی کیوں کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! کراچی کا واقعہ کوئی چھوٹا واقعہ نہیں ہے۔ اب تو ہم اتنے عادی ہو چکے ہیں اور ہم نے adopt کر لیا ہے کہ اگر کوئی بڑے سے بڑا واقعہ ہو جائے تو دو گھنٹے بعد ہم normal ہو جاتے ہیں۔ ہم نے crime کو adopt کیا ہے، ہم نے قتل و غارت گری کو adopt کر لیا ہے۔ ایک گھنٹے میں اتنا بڑا واقعہ ہو گیا، کراچی میں اتنے لوگ شہید ہوئے، ساٹھ ارب روپے کا نقصان ہوا، آج کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو اٹھ کر یہ کہہ دے کہ کیا ہوا ہے اور کیوں ہوا ہے؟ کسی نے کہا کہ اس میں باہر کے لوگ ملوث ہیں، کسی نے کہا اس میں ء را ملوث ہے اور کسی نے کہا اس میں فلاں ملوث ہے اور جان خلاص کرا لی اور باقی سب ٹھیک ہے۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب! ہمارا پورا پختونخواہ سالہا سال سے hostage ہے، وہاں غنڈوں اور بدمعاشوں کا قبضہ ہے مگر ہماری State کو اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔ وہ آئے، انہوں نے سوات پر قبضہ کیا، درختوں پر لاشیں لٹکاتے رہے مگر ہمارے حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ جناب! کراچی شہر میں target killing ہو رہی ہے، پچھلے دنوں ایک discussion ہوئی اخبار والے پوچھ رہے تھے، ایک کہہ رہا تھا کہ جی ANP والا کر رہا ہے، دوسرا کہہ رہا تھا کہ MQM والا کر رہا ہے، کوئی کہہ رہا تھا فلاں کر رہا ہے، بلاوجہ لوگ target killing کا نشانہ بنتے جا رہے ہیں۔ میں اپنے گھر سے نکل رہا ہوں، مجھے کچھ پتا نہیں ہے کہ ایک آدمی آ کر مجھے گولی مار دیتا ہے اور پولیس کی statement آتی ہے this is target killing اس group نے اس کو مارا اور قصہ ختم ہو گیا۔ جناب! Liyari was a part of Karachi, the oldest population of Karachi. سات سالوں سے وہ غنڈوں کے قبضے میں ہے، وہاں بدمعاشوں کا راج ہے، غنڈوں کا راج ہے، نہ اس وقت مشرف حکومت کا راج تھا، نہ آج پیپلز پارٹی کی حکومت کا راج ہے۔ جن جگہوں پر ان کے MNAs اور MPAs نہیں جا سکتے تو کیا ہم اس قسم کی state کو state کہہ سکتے ہیں۔

آج فرقہ واریت کے نام پر قتل ہوتے ہیں۔ ایک ہی خبر آتی ہے یہ فرقہ واریت کا واقعہ تھا اور اس کے بعد معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔ کیا as a state ہم آہستہ آہستہ ختم ہو رہے ہیں کیونکہ state تو law سے بنتی ہے۔ جب ایک state میں law نہیں ہوتا، law ختم ہوتا ہے تو آہستہ آہستہ وہ state ختم ہو جاتی ہے۔ کیا ہم اس طرف بڑھ رہے ہیں؟ کیا ہماری state اب ختم ہو رہی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو حکومت کو، ہم اس پارلیمنٹ میں بیٹھنے والے لوگوں کو سوچنا پڑے گا۔ کیا یہ ایک چھوٹا واقعہ ہے کہ ایک چلتی ہوئی بس سے ایک لڑکی کو اتار کر اسے rape کیا جاتا ہے؟ یہ جرأت لوگ کرتے کیسے ہیں، یہ جرأت ان کو دی کس نے ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جرأت اگر ان کو کسی نے دی ہے تو state نے خود دی ہے۔ آج جتنی killings ہوتی ہیں ان میں کہیں نہ کہیں ہماری state اس کا حصہ ہوتی ہے۔ کہیں وہ intelligence organizations کی شکل میں ہوتا ہے، کہیں وہ CID کی شکل میں ہوتا ہے، کبھی political support کی شکل میں ہوتا ہے، کہیں وہ پولیس کی بھتہ خوری کی شکل میں ہوتا ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ جس ملک میں main organs اگر crime میں شریک ہوں، اگر politicians crime کا حصہ بنتے ہیں، پولیس crime کا حصہ بنتی ہے، law enforcing agencies اس کا حصہ

بنتی ہیں، intelligence organizations اس کا حصہ بنتی ہیں تو پھر اس کا مطلب ہے کہ state خود غنڈوں اور بدمعاشوں کی state ہے اور practically ہماری صورت حال اس وقت یہی ہے۔ کیا ایسی صورت میں ہماری حکومتیں اپنے آپ کو حکومت کہہ سکتی ہیں؟ مثالیں دینے میں تو ماشاءاللہ ہماری حکومتیں حضرت عمرؓ سے کم مثالیں نہیں دیتیں مگر ہمارے حکمرانوں کی حرکتیں ایسی ہیں کہ آج پاکستان دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے جن کا شمار دنیا کے سب سے dangerous ممالک میں کیا جاتا ہے۔ اس میں چلنا پھرنا ناممکن ہو گیا ہے۔

جناب چیئرمین! باقی لوگوں کو آپ چھوڑیں، آپ کے MNAs, MPAs, Senators, bureaucrats نے سرکاری نمبر پلیٹ لگانی چھوڑ دی ہے۔ ان کو ڈر لگتا ہے کہ ہم مارے جائیں گے۔ لیاری میں practically پولیس رات کو نہیں جا سکتی۔ کوئٹہ کے خروٹ آباد میں پولیس نہیں جا سکتی۔ اس ملک کے تمام شریف لوگ قید میں ہیں اور صرف غنڈے اور بدمعاش آزاد ہیں۔ بدمعاشوں کے جو جی میں آتا ہے کریں، غنڈوں کے جو جی میں آتا ہے کریں، کوئی شریف آدمی گھوم نہیں سکتا۔ ہمارے حکمرانوں کی طرف سے لمبے لمبے بیانات سے زیادہ کوئی اقدامات نظر نہیں آتے۔ کیا آج اسلام آباد اس قابل ہے کہ کوئی گھومے؟ میرے کئی مہمان آئے، ہم نے ان کو کہا کہ آپ آ کر ہمارے ساتھ رہیں، انہوں نے کہا ہمیں قید خانے میں رہنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ جسے آپ Red Zone کہتے ہیں، جس میں آپ کے سارے VIPs رہتے ہیں، آج اس کو آپ کے ملک کے لوگ قید خانہ سمجھتے ہیں۔ قید خانہ کیوں بنا اس لیے کہ کہ آپ نے آنکھیں بند رکھیں، جب فاٹا میں ہوا تو آپ نے کہا فاٹا میں ہو رہا ہے، جب بلوچستان میں ہوا تو آپ نے کہا بلوچستان میں ہو رہا ہے، جب کراچی میں ہو رہا تھا تو آپ نے کہا کہ کراچی میں ہو رہا ہے۔ اب آ کر تین کلومیٹر میں ساری state پھنس گئی ہے۔ Pakistan State ڈیڑھ دو کلومیٹر سے زیادہ پر نہیں رہی۔ جسے آپ نے اپنے لیے Red Zone بنایا ہے اور اس میں بھی خوف کے عالم میں رہتے ہیں، کوئی باہر نہیں نکل سکتا۔ اب ایسے حالات میں کیا ہمارے حکمران کچھ کرنے کو تیار ہیں؟ جناب! یہ بہت بڑا سوالیہ نشان ہے اس ملک میں۔

آج ہمارے حکمرانوں کے حوالے سے لوگوں کے تصور کا آپ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اس ملک کے لوگ آپ کے متعلق، آپ کی حاکمیت کے متعلق، آپ کی حکمرانی کے متعلق کیا سوچتے ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ آج اگر ہمارے حکمرانوں میں سے کسی کو پکڑ کر اس چوک میں پھانسی دی جائے، اس پر آواز دینے اور رونے والا کوئی نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ اس ملک میں بسنے والے لوگ اس بات پر convince ہو

گئے ہیں کہ یہ حکمران اس قابل ہیں کہ ان کے ساتھ یہی سلوک کیا جائے۔ اس لیے کہ آپ نے اپنے لیے تو Red Zone بنایا ہوا ہے اور پورے ملک کو دہشت گردوں کے حوالے کیا ہوا ہے۔ آج آپ جس بڑے مجرم کو ہاتھ لگاؤ، بڑے قاتل کو ہاتھ لگاؤ تو وہ کسی نہ کسی intelligence کا آدمی نکلتا ہے، وہ کسی نہ کسی تھانے کا آدمی نکلتا ہے، وہ کسی نہ کسی DSP کا آدمی نکلتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس ملک میں قانون کے رکھوالے قتل کرتے پھریں، rape کرتے پھریں اور ان میں اتنی جرأت نہ ہو کہ وہ ان علاقوں میں جائیں جہاں criminals بستے ہیں تو جناب! ایسے ممالک کو دنیا کی مہذب definitions کے تحت states میں شامل ہی نہیں کیا جاسکتا۔

روز بروز ہمارا گراف نیچے ہی سرکتا جا رہا ہے۔ اب تو ہماری صورتحال یہ ہو گئی ہے کہ ہمارا موازنہ افریقی ممالک کے ساتھ کیا جاتا ہے جن کو دنیا میں کہا جاتا تھا کہ وہاں سب سے زیادہ crimes ہیں اور وہ سب سے زیادہ undeveloped ہیں۔ ہم تو اپنے آپ کو ایک زمانے میں سمجھ رہے تھے کہ اب ہم اڑنے والے ہیں اور developed دنیا کا حصہ بننے جا رہے ہیں مگر آہستہ آہستہ سرکتے ہوئے ہم وہاں پہنچے ہیں جہاں دنیا میں سب سے زیادہ crimes ہیں۔ اس وقت پاکستان کا crime ratio دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ایک سال کا پورا record نکالیں per year جتنے قتلِ عام اس ملک میں ہوتے ہیں کہیں اور نہیں ہوتے۔ کراچی پچھلے کئی سالوں سے hostage بنا ہوا ہے، جس کا جی چاہتا ہے کسی کو جگہ کے اوپر قتل کر دیتا ہے، پولیس وہاں کوئی وجود نہیں رکھتی۔ ایک ایک جگہ پر ہیروئن بیچنے والوں، چرس بیچنے والوں اور جرائم پیشہ لوگوں کا قبضہ ہے، کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ میں تو بار بار یہ کہتا ہوں کہ پاکستان وہ واحد ملک ہے جس کو پڑھے لکھے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں نے کھوکھلا کیا ہے۔ ہر پڑھا لکھا آدمی یہاں پر چوروں اور غنڈوں کا ساتھی ہے۔ کیا bureaucrats اس ملک کے پڑھے لکھے لوگ نہیں ہیں؟ کیا سب سے بڑے چور یہی لوگ نہیں ہوتے ہیں؟ سب سے بڑا crime بھی یہی پڑھے لکھے لوگ کرتے ہیں اور سب سے بڑی چوری بھی یہی لوگ کرتے ہیں۔ اب جس ملک کا 75% تعلیم یافتہ طبقہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس ملک میں ہم crimes کریں گے، چوری کریں گے، بدمعاشی کریں گے تو اس ملک کا خدا ہی حافظ ہے۔

چیئرمین صاحب! اب یہ ملک گلے تک دلدل میں آ گیا ہے۔ جس آدمی کو اٹھاؤ، جو important جگہ پر ہوتا ہے، تھوڑا کریدو وہ چور نکلتا ہے۔ یہاں جج بکتے ہیں، پولیس بکتی ہے، سیاستدان بکتے ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ ایسے ملک میں کیا حال ہو گا؟ آج آپ کی زیادہ آبادی کو روٹی میسر نہیں،

کیوں؟ کیونکہ ہر آدمی اس ملک سے بھاگ رہا ہے۔ غربت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس ملک میں کوئی investment کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ایک آدمی باہر سے آتا ہے اگر اس کے پاس پیسے نظر آتے ہیں تو اس کو gun point پر لوٹ لیا جاتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو۔ لوگ آج پولیس پر trust نہیں کرتے، اسی ہی لئے اپنی private armies بنائی ہوئی ہیں، کیوں؟ کیونکہ لوگوں نے اب اپنی protection خود کرنی شروع کر دی ہے۔ اب تو deterrence کا زمانہ آگیا ہے۔ میرے پاس بندوق ہو گی تو میں بچ جاؤں گا اور اگر میرے پاس بندوق نہیں ہو گی تو پھر میں نہیں بچ سکوں گا۔

دنیا میں state ماں باپ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ سب لوگ Europe جاتے ہیں، کبھی اپنی گاڑی وہاں پر park کر لو اور ایک منٹ کے لیے late ہو جاؤ تو آپ کی کیا حالت ہو جاتی ہے؟ آپ کی گاڑی کی parking میں ایک منٹ کا اضافہ ہو جائے تو وہاں پر کیا صورتحال بنتی ہے؟ جبکہ یہاں پر ہم روزانہ سنتے ہیں کہ فلاں کو قتل کر دیا گیا، فلاں کا rape ہوا، فلاں علاقہ اس criminal کے ساتھ ہے، فلاں علاقہ اس criminal کے ساتھ ہے، ان چیزوں کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہمارے پاس کوئی planning نہیں ہے۔ اس سے پہلے والی حکومت یا یہ حکومت، کسی کے پاس یہ planning نہیں کہ ہم لوگ کس طرح اپنے لوگوں کو protect کریں، اپنے قانون کو protect کریں۔ پچھلی حکومت تو بہت ہی کمال کی تھی، اس نے کہا کہ زیادہ سے زیادہ بم دھماکے کرواؤ، پاکستانیوں کا زیادہ سے زیادہ قتل کرواؤ، زیادہ لوگوں کو مرواؤ تاکہ ہمیں امریکہ کی protection حاصل ہو اور ہم انہیں دکھا سکیں کہ ان کی war on terror میں ہم تباہ ہو رہے ہیں۔ صرف اس لیے کہ میری حکومت بچی رہے اور مجھے چند ٹکے ملیں۔ اس حکومت نے دس سال تک یہاں پر غنڈہ گردی، بدمعاشی اور قتل عام کا بازار گرم کیے رکھا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ حکومت یا ہم لوگ دوبارہ اسی pattern پر جانا چاہتے ہیں۔ کیا ہم دوبارہ وہ قتل عام کروا کر باہر کی حکومتوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہماری روٹی روزی چلے۔ جناب چیئرمین! میری درخواست ہے کہ بہت ہو چکا، پاکستان کے عوام غربت کے ساتھ جس خوف سے زندگی گزار رہے ہیں، جس خوف میں وہ ہیں، اس خوف سے ان کو نکالنا ہو گا ورنہ نہ state کو کوئی state سمجھے گا نہ اس حکومت کو کوئی حکومت سمجھے گا۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اور اس ایوان کے تمام لوگ جو اپنے آپ کو پاکستان کے عوام کا نمائندہ سمجھتے ہیں، اپنے آپ کو اس ملک کے غریب طبقے کا نمائندہ سمجھتے ہیں، آج اس غریب طبقے کی دو demands ہیں، روٹی اور امن۔ اگر ایک حکومت روٹی نہیں دے سکتی، امن نہیں دے سکتی تو اس حکومت کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ایک مقرر اور لے لیتے ہیں who would like to speak جی پروفیسر ابراہیم صاحب! آپ بولیں گے.you will be the last speaker شروع کریں۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ اس وقت ملک میں امن وامان کی صورتحال انتہائی تشویش ناک ہے۔ کراچی میں کئی دنوں سے پختونوں کا قتل عام ہورہا ہے۔ پانچ فروری کو جو واقعات رونما ہوئے وہ اور بھی تشویش ناک ہیں۔ پانچ فروری کو یوم کشمیر تھا اور پوری قوم کشمیر کے مظلوم عوام کے ساتھ یکجہتی کا دن منارہی تھی۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے خلاف جیوری نے جو verdict دیا ہے اس پر بھی پوری قوم کے جذبات انتہائی مشتعل تھے۔ یوم کشمیر کے حوالے سے بھارت کو پریشانی کا سامنا تھا اور ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے حوالے سے امریکہ پریشان تھا۔ اس اثناء میں چہلم کی مجلس میں اور پھر بعد میں عباسی شہید ہسپتال میں جو واقعات رونما ہوئے اور ہمارے بیسیوں ہم وطن شہید ہوئے، میرے خیال میں ان کے اصل beneficiaries America and India ہیں۔ ہمارے ملک میں بھارت اور امریکہ کا جو بھی ساتھ دینا چاہتا ہے اس کو اس سے فائدہ ہوگا، باقی تمام ملک میں ان واقعات سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کراچی میں صوبائی حکومت میں پاکستان پیپلز پارٹی steering seat پر ہے اور ANP and MQM اس کی اتحادی ہیں۔ ہم ہمیشہ عجیب و غریب صورتحال دیکھتے ہیں کہ MQM, ANP کے بھی اختلافات سامنے آتے ہیں اور MQM, PPP کے اختلافات بھی سامنے آتے ہیں، جب اختلافات بڑھتے ہیں تو اس کے بعد پھر خون کی ہولی شروع ہو جاتی ہے۔ جب اختلافات میں تھوڑی سی کمی آتی ہے تو خون بہنا بھی بند ہو جاتا ہے۔ کراچی کے عوام اور پشتونوں کے خون پر یہ سیاست کی ہولی کب تک کھیلی جائے گی؟ خدارا! اس کھیل کو بند کر دیں اور کراچی میں بیس سال سے زیادہ کا عرصہ اب ہونے کو ہے، وہاں پر جو صورتحال ہے وہ انتہائی تشویش ناک ہے،اس وقت یہ سب لوگ حکومت میں ہیں اور حکومت کا بنیادی فریضہ یہی ہوتا ہے کہ وہ امن وامان بھی دے اور وہ بھوک سے بھی لوگوں کو بچائے۔ اس وقت حکومت اپنے کام میں بری طرح ناکام ثابت ہورہی ہے۔

جناب چیئرمین! میں مالاکنڈ ڈویژن، جنوبی وزیرستان اور باجوڑ کا بھی ذکر کرنا چاہوں گا۔ ہم امن وامان کی صورتحال پر بحث کر رہے ہیں، امن وامان کا قیام، انصاف کی بحالی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ انصاف مہیا کرنے میں حکومت اور عدالت دونوں اپنا کردار ادا کریں، انصاف اس وقت ہی مہیا ہوگا

جب جان کی حفاظت بھی ہو گی اور مال کی حفاظت بھی ہو گی، حکومت اور عدالت، دونوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ جان و مال کا تحفظ یقینی بنائیں تب ہی قانون کی حکمرانی قائم ہو سکتی ہے اور قانون کی حکمرانی کے ذریعے انصاف اور انصاف کے ذریعے امن و امان بحال ہو سکتا ہے۔

جناب چیئرمین! قانون کی حکمرانی کے لیے چار باتیں انتہائی ضروری ہیں، سب سے پہلی بات تو یہ کہ وقت کا حکمران قانون پر عمل کرنے میں اپنی مثال آپ ہو، وہ ثابت کرے کہ وہ قانون پر سب سے بڑھ کر عمل کر رہا ہے۔ جہاں پر صورتحال یہ ہو کہ حکمران کے لیے کوئی قانون نہ ہو اور عوام کے لیے سارے قوانین ہوں تو پھر کبھی بھی یہ ممکن نہیں کہ وہاں پر قانون کی عملداری اور حکمرانی قائم ہو گی۔

جناب والا! دوسرا نکتہ یہ ہے کہ قانون کی نظر میں اپنے اور پرائے کی کوئی تمیز اور تفریق نہ ہو، قانون اندھا ہوتا ہے، اسے اپنے اور پرائے کی کوئی پہچان نہیں ہوتی لیکن جہاں پر پولیس لوگوں کو گرفتار کرتی ہے اور کچھ لوگوں کو چھڑوا لیا جاتا ہے، کچھ لوگ اندر رہ جاتے ہیں، کچھ لوگ اپنے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ پرائے ہوتے ہیں، اپنوں کو چھوڑا جاتا ہے اور پرایوں کو دھکیلا جاتا ہے۔ معصوم کو سزا ملتی ہے، مجرم کھلے عام پھر رہا ہوتا ہے، ان حالات میں قانون کی حکمرانی قائم نہیں ہو سکتی۔

جناب چیئرمین! تیسری بات یہ کہ قانون کے سامنے سب برابر ہوتے ہیں، غریب اور امیر، چھوٹا اور بڑا، قانون کی نظر میں سب برابر ہوتے ہیں۔ آخری بات یہ کہ قانون کی حقانیت ایک عقیدہ ہو، عام شہری یہ محسوس کرے کہ جو قانون اس ملک میں نافذ ہے وہ اس کے عقیدے کے عین مطابق ہے۔ اس وقت یہ صورتحال بھی نہیں ہے۔ اس لیے اس ملک کے اندر قانون کی حکمرانی نہیں ہے اور جب قانون کی حکمرانی نہ ہو تو پھر قانون کی عملداری بھی نہیں ہوتی۔ انصاف مہیا نہیں ہے تو پھر امن قائم نہیں ہو سکتا۔

جناب چیئرمین! ہمیں یہ مژدہ سنایا جاتا ہے کہ مالاکنڈ ڈویژن کے اندر امن و امان بحال ہو گیا ہے۔ اگر امن و امان بحال ہو گیا ہے تو ہم مبارکباد دیتے ہیں لیکن ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ فوج وہاں کب تک رہے گی اور civil set up کو وہاں کا انتظام اور وہاں کا عمل درآمد کب حوالے ہو گا۔ اس کے بعد بھی اگر امن قائم ہو تو ہم یہ یقین کر لیں گے کہ واقعی امن بحال ہو گیا ہے لیکن فوج کے ذریعے سے آپ نے امن قائم کیا ہے تو اس کو کوئی بھی امن نہیں کہہ سکتا اور فوج کے ذریعے سے اگر ماورائے عدالت قتل عام ہو رہا ہو تو امن کا قیام اس کو نہیں کہا جا سکتا۔

جناب چیئر مین! اس وقت صورت حال یہ ہے کہ لوگوں کو اٹھایا جاتا ہے اور اس کے بعد ان کی لاشیں سڑکوں پر ملتی ہیں۔ سوات سے لوگوں کو اٹھایا جاتا ہے اور نوشہرہ میں ان کی لاشیں ملتی ہیں۔ قانون کی حکمرانی کہاں ہے؟ عدالت کہاں ہے اور جرم کیوں ثابت نہیں ہوتا۔ جناب چیئرمین، فوجی ذمہ داروں سے جب کہا جاتا ہے کہ لاشوں کو دفنانے کی اجازت دی جائے تو کرنل صاحب کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گلے کاٹے ہیں۔ بلاشبہ جنہوں نے گلے کاٹے ہیں انہیں عدالت کے سامنے پیش کیجئے، جرم ثابت کیجئے، سنگین ترین سزا دیجئے لیکن یہ کہنا کہ اس نے گلے کاٹے ہیں۔ تم نے اسے قتل کیا اور پارک کے اندر ان کی لاش کو ڈال دیا اور ان کو دفنانے نہیں دے رہے۔ جناب چیئرمین، میں نے کل بھی گزارش کی تھی کہ مجھے خزاخیلہ سوات سے فون آیا کہ میں ڈاکٹر عنایت اللہ بول رہا ہوں۔ میرے بہنوئی کو اٹھایا گیا، میں نے پولیس سے رابطہ کیا تو ایس پی نے مجھے کہا کہ دو دن انتظار کرلیں اور چار پانچ دن بعد پولیس کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ اپنے بہنوئی کی لاش کو اٹھا لیجئے۔ میں نے لاش اٹھالی اب میں مزید کیا کروں؟ میرے پاس کوئی جواب نہیں کہ وہ کیا کریں۔

جناب چیئر مین! آج کے نیوز اخبار کی خبر ہے کہ Peshawar High Court takes up six missing persons cases. پولیس لوگوں کو اٹھاتی ہے اور آئی ایس آئی کے حوالے کرتی ہے۔ ہائی کورٹ میں cases چل رہے ہیں تو بالکل مشت از نمونہ از خروار، کہ اس کے علاوہ اور بہت سارے لوگ اٹھائے گئے ہیں اور کوئی قانون نہیں ہے، کوئی عدالت نہیں پوچھ سکتی، کوئی پولیس کے اندر رپورٹ درج نہیں ہو سکتی۔ جناب حکومت ہے بھی لیکن نہیں بھی۔ یہ صورت حال ہے اور اس صورت حال میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔

جناب چیئر مین! باجوڑ اور وزیرستان سے لوگ نقل مکانی کرنے پر مجبور ہیں۔ ڈیڑھ سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے اور باجوڑ میں جو لوگ واپس گئے ہیں ان سے اب کہا جا رہا ہے کہ کچا گڑھی چلے جاؤ۔ کچا گڑھی اور باجوڑ سے بھی اٹھایا اور کہا کہ جلوزئی کیمپ میں چلے جاؤ۔ باجوڑ میں جو لوگ گئے ہیں ان کو واپس جلوزئی کیمپ میں لایا جا رہا ہے۔ وزیرستان سے جو لوگ بے گھر ہیں ان کی واپسی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ جناب چیئر مین! اس صورت حال میں مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حکومت کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ حکمران اپنی حکمرانی کا کیا جواز فراہم کر رہے ہیں۔ میں اپنی بات ختم کروں گا اور آپ کی وساطت سے حکمرانوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ خدارا! آپ یا تو حکمران بن جائیے۔ اگر

نہیں بن سکتے تو پھر قوم کو ان کی امانت واپس کر دیجئے اور قوم جانے اور ان کی قیادت جانے۔ وہ اپنے لئے اور قیادت تلاش کر لیں گے کیونکہ یہ صورت حال زیادہ دیر تک چلنے والی نہیں۔

جناب چیئرمین: بہت، بہت شکریہ۔ طلحہ صاحب آپ کدھر چلے جاتے ہیں؟ آپ کے questions ہوتے ہیں۔ آج بھی آپ نہیں تھے، طبیعت ٹھیک ہے ناں آپ کی؟

سینیٹر محمد طلحہٰ محمود: ایک چینل پر مجھے جانا پڑا۔ انہوں نے بہت force کیا تھا اس لیے وہاں جانا پڑا ورنہ میں ضرور یہاں ہوتا ہوں۔

جناب چیئرمین: میں فکرمند ہو گیا، آپ نہیں تھے۔ آپ کے سوالات اٹھے تھے، اس لیے۔

سینیٹر محمد طلحہٰ محمود: (ہنستے ہوئے) محبت ہے۔

جناب چیئرمین: جی Minister Sahib آپ موجود ہیں۔ آج کرنل صاحب نے واک آؤٹ کیا۔ اس Point of order کے بعد کوئی آپ respond کرنا چاہیں گے اس بارے میں؟

Senator A. Rehman Malik (Federal Minister for Interior): Thank you, Mr. Chairman.

میں پہلے بھی کوشش کر رہا تھا لیکن شاید میں سمجھا نہیں سکا تھا۔

جناب چیئرمین: کوئی بات نہیں، آپ بتا دیجئے۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: یہ question National Assembly میں بھی اٹھایا گیا تھا نبیل گبول کے reference سے۔ ان کے پاس پہلے اطلاعات تھیں کہ آئی بی نے ان کو inform کیا تھا۔ کہا گیا تھا کہ چار ایم کیو ایم کے لوگ ہیں جو ساؤتھ افریقہ سے آ چکے ہیں۔ ان کو وہ murder کر دیں گے وغیرہ وغیرہ۔ بعد میں انہوں نے خود ہی ٹی وی پر آ کر بتایا کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اس سلسلے میں جو demand آئی ہے ایم کیو ایم کی طرف سے I am ordering for thorough probe into the matter. I am ordering today to the Federal Investigation Agency to investigate into it, take the statements of all the relevant persons and bring the facts in light.

اور جس وقت وہ رپورٹ complete ہو گی تو میں انشاءاللہ ہاؤس کو inform کر دوں گا۔

Mr. Chairman: Thank you. Now, the House stands adjourned to meet again on Thursday, the 11th February, 2010 at 4.30 p.m. and discussion will continue on this motion. Thank you.

–––––––––––––

[The House was then adjourned to reconvene on Thursday, February 11, 2010 at 4.30 PM]

–––––––––––––